

دوسرا حصہ از سرسحر حکیم

میں نے اس شہابی کتاب کی زبان اردو انشخص سے ترجمہ کیا ہے تاکہ بزرگان
 کے وہ صاحبان اسلام جو زبان انگریزی سے ناواقف ہیں اس سالہ کے ضمن میں سے
 واقف ہو جائیں اور ان پر واضح ہو جائے کہ حاکم مغربی بن اسلام کی عظمت و جلالت
 کتنا تک جلوہ افروز ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مذہب اسلام کا یہ ایک جدید معجزہ ہے
 کہ حاکم مغربی کے رہنے والوں کو خفا کا مذہب سے سیجی ہے اس امر کا شوق
 پیدا ہوا ہے کہ مذہب اسلام کی تحقیق کیجائے اور اس کے سچے اصول پر انصافاً
 نظر ڈالی جائے۔ اس لئے ترجمہ کرنے میں اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ الفاظ و عبارت
 سلیس و محاورہ ہوں لیکن چونکہ اصل کتاب کا لہجہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے اور دقیق
 بھی ہے اس وجہ سے اگر میری عبارت میں کوئی پیچیدگی ہو گئی ہو تو میں اس پر تامل کرتا ہوں
 کہ ناظرین باتمکین معاف فرمائیں گے۔

اصل کتاب میں ہر باب کے شروع میں آیات قرآنی زبان انگریزی مندرج ہیں
 میں نے بجائے اسکے کہ ان آیات کا اردو ترجمہ کیا جاوے اصل آیات عربی معہ حوالہ سورۃ
 و پارہ لکھ دیں۔ اخیر میں تجویز یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ رسالہ میری دوست منشی
 شرف الدین احمد خان نے باجائز مصنف مجھے ترجمہ کے واسطے دیا اور میں اجازت ہی کے
 ساتھ اپنی لائق دوست کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دافتم خاکسار سید محمد قمری۔

فہرست مضامین

صفحہ ۲	مختصر حالات مصنف
۳	مشیقہ
۱۱	پہلا باب مین کون مسلمان ہو گیا۔
۱۹	دوسرا باب محمدی عقیدہ کا اجمالی بیان۔
۳۶	تیسرا باب عمل ارکان خمس۔
۵۵	چوتھا باب اسلام پر ہیئت فلسفیانہ۔
۶۸	پانچواں باب تعدد ازواج اور پردہ۔
۷۶	چھٹا باب قروج اغلاط کا ابطال۔
۸۷	ساتواں باب تحاربات اسلامی بغرض حفاظت خود اختیاری۔
۱۱۰	آٹھواں باب امر کیہ کی اسلامی انجمن۔
۱۱۶	تقریظ و قطعہ تاریخ خاتمہ

اسلام

جیکو

جناب سید محمد مثنوی صاحب کورٹ النیکٹریاست رامپور نے
انگریزی کتاب موسومہ بایبل ایمان احمدی کا معتمد مسٹر جی لال کھنڈ
رسل دکن سے سب فرائض عالی جناب سید محمد حسن صاحب

ڈپٹی کلکٹر بدایون کے

ترجمہ کیا

اور

مطالعہ مطالعہ العلوم و اخبار نیر اعظم اور ابابوس مثنوی بن علی رحمہ اللہ کے اہتمام سے

فروری ۱۸۹۴ء

بسم الله الرحمن الرحيم
مختصر حالات مصنف

چھٹا بیس برس گزرے کہ الگزدرسل دب بمقام ^۱پن پیدا ہوا تھا
اس کا باپ پچیس برس تک ^۲پن ڈلی اسٹار کا اڈیٹر و مسٹر رہا
اور اس کا بخائی اڈورڈ سی دب سین فرانسکو میں ایک مشہور و معروف
طیب تھا۔ الگزدرسل دب نے امریکہ و نیویارک کے مدارس میں تعلیم
حاصل کی۔ ابھی اسکی عمر نوپہری سولہ برس کی جی ہوئی تھی کہ اس کی طبیعت
میں زباندانی کا مذاق پیدا ہو گیا اور اسی اثنا میں صد ہا مضامین و قصص
اس نے لکھ ڈالے۔

سولہء میں ^۳سٹریٹ نے بمقام یونین ڈائیل ^۴سوری ریپلیکن خرید کیا اور

۱۔ امریکہ میں ایک شہر ^۵کلیوین اسکی بنیاد قائم ہوئی ۹۰۰۰ مردم شماری ہے۔
۲۔ امریکہ میں ایک شہر ^۶کی ۱۲۰۶۶۰ مردم شماری ہے میان متعدد کالج و کتب خانے ہیں چنانچہ ایک
کالمبیا کالج ہے جو ^۷کلیوین قائم ہوا اس کے متعلق ایک عجائب خانہ ہے اور اس کے کتب خانہ میں
۳۰۰۰ کتابیں ہیں۔ نیویارک میں جو نیو یورک ہے اسکی عمارت انگریزی قطع کی سنگ مرمر کی ہے اور
وہاں ایک طبی مدرسہ بھی ہے۔ اسٹڈ فری لائبریری میں ۱۲۰۰۰ کتابیں ہیں۔ متعلق تجارت جو کتب خانہ
ہے اس میں ۱۶۰۰۰ کتابیں ہیں۔ سوسائٹی لائبریری میں ۴۰۵۰۰ کتابیں ہیں۔ ہسٹاریکل سوسائٹی میں
جلد نم تاریخ میں ۵۰۰۰ کتابیں ہیں مختلف اقسام کی ۴۲ مدارس ہیں۔
۳۔ سین فرانسکو امریکہ کے ایک شہر کا نام ہے ۲۳۰۰۰ مردم شماری ہے۔ (دن مترجم)
۴۔ ایک شہر کا نام ہے۔ سٹڈ ایک اخبار کا نام ہے۔

تین برس تک جاری رکھا۔ چونکہ دب کو محنت کے وسیع میدان میں تک و دو کرنے کا حوصلہ تھا اس سبب سے وہ سنٹ جوسف گزٹ کا اڈیٹر بنا اور بعد ازاں بہت سے مختلف اخبارات کے رائج اسکا تعلق ہو گیا۔ ستمبر ۱۸۷۱ء میں جبکہ دب مسوری ریلنگز اڈیٹر تھا پریسیڈنٹ کلیوینڈ میں اس کو میلان کانسل مقرر کیا۔ اس زمانہ کے چھ برس قبل مسٹر دب ایک بیتابانہ اشتیاق کے ساتھ مشرقی مذاہب و روحانی فلسفہ کی تحقیق میں مصروف تھا اور کانسل کے عہد قبول کر لینے میں اسکی یہی غرض تھی کہ اس کو ان علوم کی تحصیل و تجربہ کا ایک اچھا موقع مل جائیگا۔ میلان میں ایک سال کے قیام کے بعد اسلامی مصنفین کی تصنیفات و تالیفات اس کے ہاتھ لگیں جنکے مطالعہ نے اسکی طبیعت میں اسلامی طریقہ کے ساتھ محبت کا شعلہ مشتعل کر دیا اور سرکاری کاموں کے بعد وہ ہمہ تن ان کتابوں میں محو و مستغرق رہتا۔ اس نے بدرالدین عبداللہ کرے جو ممبئی کا ایک مشہور و معروف مسلمان ہے مراسلت شروع کی اور اس کے ذریعہ سے بہت سے اور بھی عالم اور سچے مسلمانوں سے واقفیت پیدا کی۔ حاجی عبداللہ

۱۔ ایک اخبار کا نام جو جزیرہ ہونز میں ایک قصبہ ہے۔ اس میں کا دیس اسے بیان رہا کرتا ہے۔
 ۲۔ ۱۱۱ آدم شمار ہے جسٹس میں بیان ایک بڑا زلزلہ آیا جس سے بعض حصہ شہر کا غارت ہو گیا۔
 ۳۔ ۱۸۷۲ء میں انگریزوں نے اسپر قبضہ کر لیا۔
 ۴۔ ۱۸۷۲ء میں ایک ایسا طوفان آیا جسکے سبب سے ۲۰۰۰ آدم ہلاک ہوئے۔
 ۵۔ ۲۵ آدمی ضائع ہوئے۔ (منہاج)

سرب نے جو بمبئی کا ایک دولتمند، جس نے میلان میں مشروب سے ملاقات کی تھی اور واپسی کے بعد کلکتہ۔ بمبئی حیدر آباد۔ رنگون و برصا کے بہت سے دولتمند مسلمانوں کی ایک فہرست مرتب کی تاکہ ایک ایسا محکمہ قائم ہو جس کے ذریعہ امریکہ میں اسلامی وعظ جاری کیا جاسکے بقول مشروب کے جب ان کو اسلام کی صحت اور رہتی پر پورا اعتقاد ہو چکا تب وہ اس گروہ میں شامل ہو گئے اور امریکہ میں دعوت اسلام کے لئے منتخب کئے گئے۔ گزشتہ ماہ جون میں مشروب نے سرکاری نوکری سے استعفا داخل کیا اور ہندوستان و برصا کا سفر کرتے ہوئے لندن ہو کر ۱۶ فروری سنہ گزشتہ کو امریکہ میں واپس آئے۔

تہذیب

باشندگان امریکہ سے آزاد خیال والوں میں بالعموم یہ خاصیت ہے کہ وہ مشرقی مذاہب سے نسبت اپنے آباد اجداد کے زیادہ ترقی یافتہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس صفت سے کم سے کم یہ ایک مفید نتیجہ تو ضرور پیدا ہوتا ہے کہ مذاہب کے باطل و دام سے جو باعث ناپاکی روح میں مخلصی ہوتی ہے اور ایک ایسے بیباک و آزادانہ تحقیق و خیال کا انکشاف ہوتا ہے جو بتدریج عقائد کی باطنی غلامی کا ملبہ خطرناک مخالف ہوتا جاتا ہے اگرچہ اس طریقہ کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک

جدید تغیر ہے لیکن سچی انسانیت کا یہی پیرایہ ہے اور یہ امر بمقابلہ پرانے طریقہ کے بہت زیادہ قابل قدر ہے کیونکہ زمانہ سابق میں یہ دستور تھا کہ مذہبی قوانین کو وہ فہم و ادراک کے مخالف کیوں نہوں جمالت کے ساتھ اعتقاد کیا جاتا تھا اور بلاشبہ ایسے رہنماؤں کی تقلید کی جاتی تھی جنکی ذات ممکن الخطا ہے اور جنکو اس امر کے ثابت کرنے کی بھی قابلیت نہیں تھی کہ انکو مقتدی بننے کا کیا حق تھا یا جو اصول بہت بڑے تعلیم کرتے تھے اور سکا جواز اور اسکی صداقت کمان سے حاصل کی تھی جس انتہائی سے ضعف عقیدت کی تاریکی روز بروز زائل ہوتی جاتی ہے اور مکروہ توہمات کی نہایت جو رجوعات تھیں انکی قوت و تاثیر باطل ہوتی جاتی ہے اور اس طبقہ کے لوگ جو بدرجہ اولیٰ شایستہ صحیح الدماغ۔ مثال اطراج اور معقولات کے غور کرنے والے ہیں ہر ایک خیر کے واسطے دلیل چاہتے ہیں اور ایسے نامعقول اصول و قواعد مذہب کے اعتقاد سے انکار کرتے ہیں جسکے ناممکن انھل ہونے کی حجت اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہے کہ ایک فاضل علم الہی اسکی تصدیق کرتا ہے۔

اس کتاب کا یہ خاص مقصد نہیں ہے کہ کسی الیات کے عقائد و طریق کی بربادگی کیجی کہ کیجائے اور نہ یہ غرض ہے کہ اسلام میں نئے چیلے تیار کئے جائیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ جن عیسائیوں کی زبان انگریزی ہے انمیں تحقیق کی اطمینانی۔ ثابت قدم اور

غیر متعصب نوع مشتمل و متحرک کی جائے تاکہ جملہ وہ دوسرے مذاہب کو
 طریقوں کو ملاحظہ کرتے ہیں اسی نظر سے اپنے کو بھی دیکھیں۔ پس اگر کوئی شخص
 آزادانہ خیال کے ساتھ اسپرستقل عمل درآمد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے چاہئے
 کہ اپنے کو ان تعصبات سے کلیۃً پاک کرے جنہیں وہ ہمہ تن مستغرق ہو رہا ہے
 کیونکہ بغیر اس کے تحقیقات کا فائدہ اصلی اس کو کچھ بھی نہ حاصل ہو گا۔ لیکن جب
 کہ معمولی طور پر کثرت رائے کے ساتھ تفتیش و تحقیق کا محض دعویٰ ہی کیا جاتا ہے اور
 تحقیق کنندہ صرف ایسی شہادتیں بہم پہنچاتا ہے جو اسی کے مذہبی عقائد کی موید ہیں
 اور بلا خیال دریافت حقیقت دوسرے مذاہب کا ابطال کیا جاتا ہے تو ایسی تحقیق و تلاش
 بجائے اس کے کہ کچھ منسید ہو بہت زیادہ مضرت رسان ہے اور ایسے تحقیق کنندہ کو
 چاہئے کہ یہ کام اپنی ذمہ داریاں بن لے۔

اگر کوئی شخص پہاڑ کی بلندی سے سطح زمین کی طرف دیکھے تو موجودات ارضی کے
 ظاہری اجسام سے جو بجانب شیبہ نظر ہیں اور کو کسی قسم کا دھوکھا نہ ہو گا کیونکہ
 اسے معلوم ہے کہ اس بلندی سے جو انسان کا قہقہہ نظر آ رہا ہے حقیقت میں بڑا در
 اور مکان جو مثل صندوق کے دکھائی دیتا ہے اصل میں ایک عالیشان عمارت
 ہے اور ریلوے ٹرین جو پھاڑوں میں چبٹی کی طرح چلتی نظر آتی ہے حقیقتاً

تیز روی سے مسافت طے کر رہی ہے۔ اگر یہ کہی اوسکو اس فن خاص کی تعلیم
 نہیں دی گئی لیکن اوس عظم مناظر کے ذریعہ سے اوسکو کافی قابلیت حاصل ہو گئی
 ہے کہ وہ اشیاء بعیدہ کی جسامت کا تناسب صحت کے ساتھ اندازہ کر کے
 وہ کسی کی دوسے اس نتیجہ کی حد تک نہیں پہنچتا اور نہ وہ انسان و مکان کو
 ٹرین کی جسامت کا اندازہ اوس اصول حکمت کے مطابق کرتا ہے جو کسی نامی
 گرامی حکیم کا قایم کردہ ہے بلکہ اس کو معلوم ہے کہ دیکھنے والے کی نگاہوں پر
 دور کی چیزیں بہ نسبت اپنی اصلی حیثیت کے چھوٹی نظر آتی ہیں۔ اوس نے
 انسان و مکان و ریلوے ٹرین کو نہایت قریب سے دیکھا ہے وہ اون کی
 جسامت سے بخوبی واقف ہے۔ مختصر یہ کہ وہ بغیر کسی اصول حکمت کے اپنی ہی دلیل
 پر عمل کرتا ہے اور اپنے واقعی تجربہ سے استفادہ حاصل کرتا ہے۔

لیکن جب ہی شخص کسی ایسے مذہب کی تحقیق میں مشغول ہوتا ہے جو اوس کے
 عمر طفولیت کی تعلیم کے مغایر ہے تب وہ ایک بالکل مختلف طریقہ اختیار
 کر لیتا ہے یعنی پہاڑ کی بلندی پر کھڑے ہو کر ان اشیاء بعیدہ کے اجسام کا
 جو شبہ میں واقع ہیں اُس مناسبت سے اندازہ کرتا ہے جو اوس کے گرد و پیش
 موجود ہیں اُس کو اس بات کے سمجھنے کی بالکل قابلیت باقی نہیں رہتی کہ جو

چیزیں نشیب میں فاصلہ سے واقع ہیں وہ اشیای متصلہ سے کیونکر چھوٹی ہو سکتی ہیں اور تب اس کو ایسی سبذ کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لکھنے والے کی نسبت ظن غالب ہو سکتا ہو کہ وہ کبھی پہاڑ کی چوٹی کے نیچے نہیں اتر رہا ہے اور اگر کبھی نیچے آنے کا اتفاق بھی ہوا ہے تو صرف اتنی دور تک کہ پھر وہ اپنی بلندی کے مقام پر فوراً پہنچ سکے اگر اس کو اس امر کا اندیشہ بھی ہو جائے کہ اشیائے بعیدہ کی جہات و ماہیت کا اس کو علم ہو جائیگا۔

جو وقت سے کہ میں اپنے وطن میں واپس آیا ہوں صرف یہ دیکھ کر کہ عربی پیغمبر کی سوانح عمری اطوار اور ہدایات کی نسبت جو عالمگیر جہات اس طبقہ میں پھیلی ہوئی ہے جس کو طبقہ علما کہتے ہیں حیرت زدہ نہیں ہو رہا ہوں بلکہ جس خود پسندی آبادگی اور مستعدی کے ساتھ یہ لوگ محمد صاحب اور اسلامی طریقہ کے نسبت اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں وہ زیادہ تر باعثِ استعجاب ہو۔

چند مضمون نگاروں کی تحریر دیکھ کر جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ محمد صاحب اور اسلامی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں مجھے بہت تفریح ہوئی۔ لیکن باوجود اس قدر ناواقفیت کے کس دلیری سے وہ لوگ حملہ کرنے کو مستعد رہتے ہیں۔ ایک مشہور و معروف مغربی اڈیٹر نے محمد صاحب کو یونانی پیغمبر بتا کر اپنے اخبار کا

نفس کا لم مہلات سے خبر دیا اور اخیر میں یہ لکھا کہ جسطرح بعض آدمیوں نے
 امریکہ میں بد مذہب جاری کرنا چاہا تھا اور اونکو ناکامی ہوئی اوسی طرح
 مسٹر ب بھی ناکام رہیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ قلت گنجائش کے سبب سے میں اسی قسم کی چٹاؤں میں مشغول
 اس رسالہ میں درج نہیں کر سکتا اور یہ جہالت ان لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے جو بڑے
 واقفکار اور عالم سمجھے جاتے ہیں۔

اسلام سے زیادہ کسی مذہب کی نسبت انگریزی بولنے والی قوم کو لاعلمی نہیں ہے
 اور یہ ناواقفیت صرف عام لوگوں میں نہیں ہے بلکہ وہ لوگ بھی اس طریقہ سے بالکل
 نابلد ہیں جو عالم متبحر خیال کئے جاتے ہیں اور اس لاعلمی کی چند وجہیں ہیں سب سے
 بڑا سبب تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو فطرتی طور پر انگریزوں اور انگریزی زبان سے
 نفرت رہی۔ دوسرے یہ لوگ اسلامی علوم کا انگریزی ترجمہ ناپسند کرتے رہے۔
 اور تیسرا سبب یہ ہے کہ گزشتہ آٹھ یا نو صدی سے عیسائیوں کو اسلام و مسلمانوں
 کے ساتھ سخت تعصب رہا۔

جس غلط بیانی اور غلط فہمی سے عیسائیوں نے محمد صاحب کی نسبت کام لیا اپنی
 غلط کسی تاریخی سلسلہ میں نہیں واقع ہوئی۔ اسوقت انگریزی زبان میں کوئی تصنیف

ایسی موجود نہیں ہے جس سے عرب کے الہامی پیغمبر کے حالات کا صحیح اندازہ
 کیا جاسکے یا یہ معروض ہو سکے کہ جو اصول و فنون نے تعلیم کے وہ کس قسم کے
 تھے اور عملی طور پر کسی تحقیق کنندہ کے واسطے یہ امر بالکل ناممکن ہے کہ وہ انگریزی
 تصنیفات سے کوئی قابل اعتبار واقفیت حاصل کر سکے؛ وقتیکہ اوس نے کسی
 دوسرے ذریعہ سے اسکے متعلق آگاہی نہ پیدا کر لی ہو۔

پس اس مختصر رسالہ سے پہلا مطلب یہ ہے کہ انگریزی بولنے والی قوم کو اختصار کے
 ساتھ لیکن صحیح و معتبر بیان محمد صاحب کے حالات و مقاصد کے معلوم ہو جائیں اور
 ایک محل نما کہ اسلامی طریقہ کا ظاہر ہو جائے۔ گزشتہ چھ ہفتوں میں ہوناٹسٹر
 کے مختلف حصوں سے میرے پاس بکثرت خطوط اس بارہ میں آئے کہ مذہب اسلام
 کے متعلق کوئی ایسی تصنیف ہونی چاہئے جس میں نہایت صداقت سے بیانات
 مندرج ہوں۔ ان خطوط نے مجھ کو باور کرا دیا کہ باشندگان امریکہ سے
 وسیع انجیال آدمیوں میں ایمان داری کے ساتھ یہ شوق پھیل ہوا ہے کہ وہ امر حق کو
 معلوم کریں اور ان تحریرات نے مجھے رغبت دلائی کہ قبل کسی مبسوط تصنیف کے جو
 عنقریب شائع ہوگی میں اس مختصر رسالہ کی اشاعت کر دوں۔ پس اگر میری کوششوں کا
 صرف اس قدر نتیجہ ظاہر ہو جائے کہ کاش کسی شخص کے دل میں یہ شوق پیدا ہو جائے

کہ وہ عارضی ہی طور پر پھینک دے اور اپنی فکر خدایاں کر کے تعصب کی پٹی اتارنے سے کھول کر سچائی اور ایمان داری سے اسلامی اصول کی تحقیق کرے تو گو یا مجھے اپنی محنت اور وقت کا کافی بدلہ مل گیا۔

مصنف ۹۔ اپریل ۱۹۳۳ء مقام نوبارک

پہلا باب

میں کیوں مسلمان ہو گیا

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (سورہ احزاب ۳۳ - پارہ دومین یقینت ۲۲)

مجھ سے اکثر دریافت کیا گیا کہ میں امریکہ کا باشندہ ہو کر اور ایسے ملک میں پیدا ہو کر جہاں سچی عملداری ہے اور ایسے متعصب فرقہ پرست نہیں ہیں میں نشوونما پا کر کیوں مسلمان ہو گیا اور اسلامی عقائد کو اپنی زندگی کا رہنما بنالیا۔ اس سوال کا جواب آزاد خیال والوں کو بہت مطبوع ہو گا جو اس امر سے واقفیت کی

خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ حقیقتاً اسلامی طریقہ کیا ہے۔ میں ایسا حق نہیں ہوں کہ اسکا یقین کر لوں کہ اتنے بُرے وسیع اور ترقی کرنے والے ملک میں صرف مجھی کو اسکی قابلیت ہے کہ عرب کے الہامی پیغمبر نے جو طریقہ تعلیم کئے اور انکو سمجھ سکوں اور انکے حُسن و تکمیل کی قدر کر سکوں اور نہ میں یہ تسلیم کر سکتا ہوں کہ میری دماغی قوت ایسی کمزور ہے کہ میں ایسے مذہب کو حق سمجھ کر قبول کر لوں جسکو اس ملک کا کوئی بیوقوف آدمی بھی قبول نہ کرے لیکن جو لوگ کہ اسکو قبول کرتے ہیں آباد اپنے معاصرین کے اندازہ میں عقل نہ ہیں یا بیوقوف اسکی بابت مجھے پورا بھروسہ ہے کہ کم سے کم چند اشخاص میرے تجربے سے مستفید ہوں گے۔

مثل اور لڑکوں کے میری سرشت ایسی نہیں واقع ہوئی تھی کہ مجھ میں سرگرمی سے کسی قسم کا مذہبی میلان ہو۔ میں ابتداء سے زمانہ میں پُر جوش تھا لیکن میری طبیعت کمزورہ جذبات سے مبرا تھی اور میں ہر چیز کے واسطے ایک سبب چاہتا تھا میں نے کو یہ نہیں کہونگا کہ میں ایک اچھا لڑکا تھا جس طرح پیار کرنے والی نا انصاف مادی عادت ہوتی ہے کہ وہ عمدہ متسلین اپنے لڑکوں کی جانب منسوب کرتی ہیں۔

میں اتوار کے دن مجبوری اپنے قصبہ کے مذہبی مدرسہ میں جا کر بد شوقی اور بیدلی سے واعظ کی طویل و دقیق تقریریں سنتا تھا لیکن میری یہی خواہش رہتی تھی کہ

میں اس جگہ سے ٹکرا آفتاب کی روشنی میں جا کر اس سے زیادہ تسلی بخش نصائح
 جو خود باری تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے سنوں یعنی رنگ برنگ کے خوشنما پھولوں کو
 جنسے آنکھوں میں طراوت پہنچتی ہے مشابہ کروں۔ چشموں کے لہراتے ہوئے
 پانی کی آواز جو قدرتی طور پر سر ملی ہوتی ہے گوش گزار کروں اور طیور کے فرحت
 بخش چھپوں سے لطفِ سمع حاصل کروں میں بلا کسی اعتقاد کے انکے بی عیب
 تخلیقات کے قصے سناتا رہا اور انکے قائم مقام کفارہ کی مصنوعی داستان
 مجھ پر کسی قسم کی دہشت نہیں طاری ہوئی کیونکہ میرے نزدیک یہ دونوں اصول
 مشتبہ تھے۔ البتہ کوتاہ اندیش عیسائی فوراً یہ کہیں گے کہ میں جس وقت پیدا
 ہوا اسی وقت سے شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔

جب میری عمر بیس برس کی ہوئی اور میں عملی طور پر خود مختار ہو گیا تو کلیسا کی
 پابندی سے ایسا گھبرا گیا تھا کہ میں اُس سے بھاگ نکلا اور پھر کبھی اُس کی جانب
 رخ نہ کیا۔ کلیسا اور سنڈے اسکول میں جو طریقہ مجھے سکھایا جاتا تھا اُن کہیں ہی
 سے میں اُس جانب راغب نہیں تھا اور نہ پھر اُس زمانہ میں کچھ دلچسپ معلوم ہوا
 جبکہ میں نے کما حقہ تحقیق کی۔

سنڈے اسکول اُس کو کہتے ہیں جہاں اتوار کے دن مذہبی تعلیم دی جاتی ہے (میں مترجم)

علماء غرق کے متعلق اسکے اصول مشل دیگر مذاہب کے بہت مستحسن اور پسندیدہ
 زمین سیکن اس کے او نام اسکی فاش غلطیاں اور اسکی نامکمل حالت لمحات حصول
 نجات۔ یا ارتفاع درجات اور تزکیہ خصال انسانی میرے لئے باعث استعجاب
 ہیں کہ کیوں کو ہی دور اندیش۔ ایسا نادر اور ذکی الطبع آدمی اس کو سنجیدگی سے
 قبول کرے۔ خوش قسمتی سے چونکہ میری طبیعت میں تحقیقی مادہ تھا اس لئے میں ہر چیز
 کے واسطے ایک مقبول سبب تلاش کرتا تھا لیکن مجھے معلوم ہو گیا کہ کوئی دنیا دار یا پادری
 اپنے عقائد کو عقلی دلائل سے نہیں ثابت کر سکتا کیونکہ جب میں نے پوچھا کہ خدا و تالیث
 کیا ہے اور موت و حیات کیا چیز ہے تو اسکا یا تو یہ جواب دیا گیا کہ یہ اسرار ہیں یا یہ کہا
 گیا کہ فہم بشری سے باہر ہیں۔

اس فضول کوشش کے بعد کہ میں مسیحی مذہب سے کوئی ایسی بات دریافت کروں جس سے
 مجھ کو قلبی طمانیت حاصل ہو جائے اور عقل سلیم اس کو گوارا کر لے میں اس عقیدہ
 کی جانب متوجہ ہوا جس میں جسم و روح کو ایک شے سمجھتے ہیں اور چند سال تک بالکل
 لاد مذہب رہا۔

گیارہ برس کے بعد مشرقی مذاہب کی تحصیل کا مجھ کو شوق ہوا اور مشرقی طلباء کے
 قواعد کے مطابق میں نے بودیہ مذہب سے شروع کیا اگرچہ اس ملک میں مسلم

تجلی سونی کا حاصل کرنا اُس زمانہ میں کچھ آسان نہ تھا لیکن مجھ کو اس غلم کی تحصیل کا
ایسا شوق ہوا کہ میں روزانہ چار اور پانچ گھنٹے تک اس میں محو رہتا اور سونے کے
ضروری وقت کا بھی کچھ حصہ اسی میں صرف کر دیتا۔ میری طبیعت میں ایک خاص
قسم کی قوت آخذہ فحشی اور مذہبی تعصبات سے بالکل مبرا تھی اور اصرار حق کے تسلیم کرنے
کے واسطے میں تیار رہتا تھا بلکہ اظا اسکے کہ وہ کہیں سے مجھے حاصل ہو سکے۔

عقدہ موت و حیات کے حل کرنے میں نہایت اشتیاق و سرگرمی سے میں صرف
تھا اور یہ جاننا چاہتا تھا کہ دنیا کے مذہبی طریقوں کو ان اسرار سے کیا تعلق ہے۔
میں اس امر کی بحث کرتا کہ اگر قبر میں جانے کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہوتی
تو پھر بنی آدم کو کسی مذہب کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جب طرح اکثر لوگ اس کے
دعویدار ہیں کہ موت کے بعد بہ نسبت دنیاوی زندگی کے ایک اور طولانی زندگی
ہوتی ہے جسکی حالت و نوعیت اسی کرۂ ارضی کے مطابق عمل میں آتی ہے تو پھر اس امر کا
دریافت کرنا بالضرور لازم ہے کہ اس دنیا میں کس اصول و طریقہ سے زندگی بسر
کرنی چاہئے جس سے دوسری دنیا کے واسطے نہایت اطمینان بخش نتائج پیدا ہوں
اس عقیدہ پر مستحکم خیال کے ساتھ کہ جسم و روح ایک شے یعنی مادی ہیں اور ایک
کی علیحدگی دوسرے سے ناممکن ہے میں نے اس علم پر نہایت تعمق سے غور کیا لیکن

معلوم ہوا کہ اس عقیدے والے بھی روحانی اشیا کے متعلق اسی دریای بھالت
 میں سترق ہیں جس میں مین چکر کھا رہا ہوں اس علم کے ذریعہ سے جسمانی
 اعضاء و پٹھے اور ہڈیوں کے نام سے ان کے مقام اور فعل و عمل کے بخوبی
 معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن مجھ کو یہ علم اصلی تفاوت درمیان مردہ و زندہ کے
 نہیں بتا سکا۔ اس علم سے مجھ کو ہر دخت و پود سے اور پتھروں کے نام سے ان کے
 اقسام و ظاہری خواص و تاثیرات کے معلوم ہوتے لیکن یہ ادراک نہ ہو سکا کہ
 درختوں کی روئیدگی و بالیدگی اور پتھروں کی شگفتگی کس طرح اور کس واسطے
 ہوئی۔ یہ تو بخوبی متیقن ہو کہ انسان عورت سے پیدا ہوا تھوڑے عرصہ تک زندہ
 رہا اور مر گیا لیکن وہ کمان سے آیا اور کمان گیمشل ایک چیتان کے ہی جکے
 مسئلہ لایخل ہونے میں اس علم کو اپنی تمام تر قابلیت کا اعتراف ہو۔

ایک ماہر علم طبیعیات نے مجھے کہا کہ ان معاملات کا تعلق کلیسا سے ہی لیکن
 میں نے اس کو جواب دیا کہ کلیسا اسکے متعلق کچھ نہیں جانتا اور تب اس نے کہا کہ
 اس کے متعلق نہ میں کچھ واقفیت رکھتا ہوں اور نہ علم طبیعیات سے کچھ معلوم
 ہو سکتا ہے اور ایک مایوسی و ناکامی کے ساتھ یہ مسئلہ خارج از بحث کر دیا گیا۔

میں نے مل۔ لاک۔ کینٹ۔ ہیٹل۔ فیشٹ۔ اور گہزلی و کم و بیش دیگر فاضل

مل لندن میں بہت بڑی فلسفی گزرا ہے۔ پولیٹیکل اکاڈمی اور منطق خوب جانتا تھا۔ اسکے باپ جس میں نے خود

فلسفیوں کی تحقیقات دیکھی جنہوں نے بُری قابلیت و دانشمندی کے ساتھ مسائل پر دو ٹو پلازم۔ پروٹوگن اور جزوالتجری کے متعلق مباحثے کیا ہیں لیکن انہیں سے کوئی بھی یہ نہیں بتا سکا کہ روح کیا چیز ہے اور موت کے بعد اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ میں نے بعض آدمیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس کے متعلق کوئی شخص کچھ نہیں بتا سکتا۔ لیکن یہ ایک بہت بڑی خطائی بشری ہے کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بہت ہیں جنہوں نے اس معنی کو حل کیا ہے لیکن نہ تو وہ کور باطن و ست عقیدت ہیں اور نہ اس عقیدہ والوں کے مقلد ہیں جو جسم و روح کو ایک شے یعنی مادی سمجھتے ہیں۔

خود اسکو تعلیم کیا اور کیسے وقت کھینے کی اجازت نہیں دی ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور علمی مسائل پوچھتا رہتا۔ گشتہ ۱۷ میں پیدا ہوا اور گشتہ ۱۸ میں مر گیا۔
۱۸ ایک مشہور انگریزی فلسفی تھا۔ برٹش گورنمنٹ کی ملازمت کرتا تھا۔ اسے آن ہرمین انڈرٹینڈنگ۔
۱۹ یس آن ٹالیرنس۔ ترجمان آن سول گورنمنٹ اسکی مشہور تصنیفات میں سے ہیں۔
اسکی پیدائش گشتہ ۱۶ میں ہوئی اور موت گشتہ ۱۷ میں۔

۲۰ پروفیسر کا ایک نامی گرامی فلسفی تھا عظیم العبد الطبعیت خوب جانتا تھا۔ پیدائش گشتہ ۱۷ میں ہوئی۔
۲۱ جرمینی کا مشہور معروف فلسفی تھا اسکی تصنیفات کا انگریزی و فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا پیدائش گشتہ ۱۸ میں ہوئی۔
۲۲ جرمینی کا فلسفی تھا وائٹ ہیونیورسٹی میں فلسفہ کا پروفیسر تھا۔ گشتہ ۱۷ میں پیدا ہوا۔
۲۳ انگلستان کے ایک بڑے تشریح دان اور عالم طبیعیات کا نام ہے۔ لندن کے قریب بquam اینگ اس علم ادبیات حاصل کیا گشتہ ۱۷ میں شاہی محکمہ بحری میں اسسٹنٹ سرجن مقرر ہوا۔ چونکہ علم طبیعیات میں بہت سے جدید تجربے حاصل کئے گئے اسلئے صدمین گشتہ ۱۷ میں ایک طلائی تمغہ عطا کیا گیا گشتہ ۱۷ میں پیدا ہوا۔

میں اپنے متعلق بہت کچھ تاکہ باخبرین رسالہ پر ظاہر ہو جاتے کہ میں نے کسی گمراہ
کنندہ خیال یا مجہول اعتقاد یا ناگہانی پر جوش تحریک کے باعث سے مذہب اسلام
نہیں قبول کیا بلکہ یہ امر میری سچائی۔ ایمان داری۔ استقلال اور غیر متعصبانہ تحصیل
تحقیق کے سبب سے واقع ہوا اور میرے اس غایت درجہ شوق کی وجہ سے کہ میں
امریقی کو مذہب دوم کروں۔

جب مجھے روح کے غیر فانی ہونے کا کامل اطمینان ہو گیا اور یہ یقین ہو گیا کہ
قبر میں جانے کے بعد جو زندگی ہوتی ہے اور اس کی ترتیب دنیاوی زندگی کے خیالات
اعمال و افعال کی مطابقت سے ہوتی ہے جس سے یہ مراد ہے کہ آدمی بجای خود
اپنا محافظ و نجات دہندہ ہے اور اس کے و بار تعالیٰ کے ماہین کوئی توسل
فائدہ بخش نہیں ہو سکتا تب میں نے مختلف مذاہب کی جانچ مشرع کی تاکہ اس امر
کی تصدیق ہو جاتے کہ دوسری زندگی میں حصول کامیابی کے واسطے کونسے ذریعے
زیادہ تر مستحسن و موثر ہیں۔ پس اس کام کے لئے ضرور ہوا کہ میں صرف عقلی آزمائش
کو ہر ایک طریق میں نہ صرف کروں بلکہ ان حقائق کو بھی شامل کروں جنکو میں نے اپنی
تجربہ و تحقیق کے حوالانی زمانہ میں دائرہ تعصب سے منحرف ہو کر حاصل کئے ہیں اور اس
طریق سے کام لیا ہے جسکو معمولاً واعظ و پادری ترک کر دیتے ہیں۔

اب مجھے دیکھنا چاہئے کہ اسلام حقیقتاً کیا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ بہترین رسالہ آسانی سمجھ گئے ہونگے کہ میں نے کیوں اس کو قبول کیا۔

دوسرا باب

محمدی عقیدہ کا اجمالی بیان

وَأَنَّ آتِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَالْزَّكٰوةَ وَذُرِّیَّہُ الَّذِیْنَ عَلَّمُوْهُمُ الْحَقَّ وَذُرِّیَّہُ الَّذِیْنَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ بِالْحَقِّ وَذُرِّیَّہُ الَّذِیْنَ فَعَلُوْهُمُ الْبِرَّ وَذُرِّیَّہُ الَّذِیْنَ فَعَلُوْهُمُ الْفَسَادَ (سورہ انفاس - پارہ اذ اسموا)

اگر کوئی شخص مجھے اس سوال کا فوری جواب مانگے کہ محمدی لوگ کیا اعتقاد رکھتے ہیں تو میں اس سوال کے بلا تامل جواب دینے میں اسی طرح قاصر نہ ہوں گا جس طرح اس سوال کے جواب میں کہ عیسائی کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کانسٹنٹائن کے عہد سے لیکر موجودہ وقت تک ہر زمانہ کے عیسائیوں کا یہ میلان خاطر رہا کہ وہ اپنے مذہب کی ترمیم و توسیع اپنے ہی خیالات کے مطابق کریں اور اکثر اعتراف کر دہ مقلدین عربی پیغمبر نے اس میں شرکت کی اور زمانہ حال کے مسلمان میں بھی

ملا قدیم روم کا بادشاہ قسطنطین نے مسیحیوں کے عقیدے کی بہت بڑی اشاعت ہوئی اس لیے وہ مسیحیوں کو حکم دیا کہ روز اتوار کی عزت کرنی چاہیے اور اس میں کل دنیاؤں کا رد و بار سے احتراز کرنا چاہیے۔ یہ کانسٹنٹائن کا حکم ہے جس کی کم و بیش پابندی اس وقت تک عیسائیوں میں موجود ہے۔
(میں مترجم)

ایسے غفائے مروج ہیں جسکو محمد صاحب نے ہرگز تعلیم نہیں کئے اور جو کسی طرح اس قاب میں نہیں کہ اسلام کے عقائد حق ہیں اور انکو کوئی جگہ دیجاتے۔ انسانی دماغ کے خیالات کا حیرت افراذخیر و مختلف دگوناگون اقسام کے تصورات و توہمات کے ذریعہ سے ہر افراط ظاہر ہو کر نوع انسان کے مذہبی اصول میں موجود ہو جانا ہی لیکن یہ کبھی ابتدائی یا سبادی اصول کا کوئی جزو نہیں تھا بلکہ یہ اُن لوگوں کے مرغوب خیالات توہمات کے نتائج ہیں جنہوں نے اپنے واسطے مذہبی اقتدار حاصل کر لئے ہیں۔ یہ توہمات معلوم ہے کہ مسیحی مذہب میں جو پچاس مختلف فرقے ہیں ادنیٰ سے ہر فرقہ والا اپنے مذہبی طریقہ کو انجیل کی بنیاد پر بتلاتا ہے اور ہر فرقہ کے مقلدین اپنے اعتقاد کے صحیح۔ معقول و مدلل ہونے کے ثبوت میں اسی تحریف شدہ کتاب کی جانب رجوع ہوتے ہیں اور دیگر فرقوں کو کم و بیش غلطی پر کہتے ہیں۔

اگر تم کو ایجاد دماغ انسانی کی مکمل حقیقت اور مذہبی علم کے نازک احتمالات کے حصول کی خواہش ہے تو بردباری کے ساتھ محمدی اور مسیحی علم مروجہ کے دریا میں شناوری کرو اور مختلف فرقوں کے مقلدین میں جا کر ان کے مباحث کو سنو۔ پس اگر تم فوراً اپنے کو ایک شبہ اور الجھن کی حالت میں نہیں پاتے جو مایوسی کی جانب مائل ہے تو گویا تم ان مباحث کی پیچیدگیوں کے نتائج نکالنے میں ناکام رہے ہو تمہارے سامنے

پیش کئے گئے اگر متعہ اور مختلف اقسام کے خیالات تمہارے پیش نظر ہوں تو تم
 اس امر کی بابت ایک قضی اور اطمینان دہ راستے قائم کرو گے کہ محمد صاحب اور
 حضرت مسیح نے حقیقتاً کیا تعلیم دی اور کیا نہیں سکھایا۔ اور اس کا مد کو تم نسبت
 اس شخص کے نہایت عمدگی سے کرو گے جو قبل تمہارے اس آزمائش کی کوشش
 کر چکا ہے۔ تقریباً سب مسلمان اگر کلاً نہیں تو جزاً بعض اصول کے متفقہ ہیں جی
 بوضاحت تصریح ہو چکی ہے لیکن باستثنای صوفیوں کے یا ان مسلمانوں کے جنہوں
 اپنے واسطے خاص عقائد مقرر کر لئے ہیں کہ وہ اپنے زعم میں پیغمبر صاحب کی آیات
 تامہ علیحدہ ہیں۔

سچے مجموعی طریقے کی تقسیم چھ اصول میں حسب تفصیل ذیل ہے۔

۱) خدا اور اس کی وحدانیت کا اعتقاد کہ وہ خلاق تمامی موجودات پر ہمیشہ سے تھا
 اور ہمیشہ رہا ہے گا۔ غیر متغیر۔ علام الغیوب۔ قادر مطلق۔ ارحم الراحمین اور قیوم۔
 ۲) فرشتوں کا اعتقاد کہ وہ خلقت سماوی سے ہیں۔ اونچی ترکیب مکمل اور
 حسن درخشان ہے اور ان کوئی تفریق جنسیت نہیں ہے وہ کل خواہشات نفسانی
 اور ان نقایص سے سبھاہیں جو خطا پذیر انسان میں لاحق ہیں۔

۳) قرآن کا اعتقاد کہ وہ کتابِ حی ربانی ہے اور مختلف اوقات میں خدا کی جانب سے

بذریعہ جبریل فرشتہ کے محمد صاحب پر نازل ہوئی۔

(۴) خدا کے جملہ انبیاء کا اعتقاد جنہیں افضل ترین آدم و نوح۔ ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور محمد صاحب تھے۔

(۵) مشرور نشر و قضا سے قیامت کا اعتقاد جبکہ جملہ نبی نوح باری تعالیٰ کی حضور میں حاضر ہوئے اور وہ جزا و سزا کے احکام بھی اظہار اور ان کے دنیاوی اعمال کے مساوی کر کے البتہ جزا و سزا کی نوعیت پر بہت سے اختلافات ہیں۔

(۶) قضا و قدر کا اعتقاد یعنی یہ کہ قبل خلقت دنیا کا تب تقدیر کرنے جو احکام ناقابل تنسیخ مقدر کر دئے اور سر نوشت ازلی میں جو کچھ لکھ یا انسان مجبور ہے کہ اپنے افعال سے اس کو کسی طرح مٹا سکے لیکن یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ کوئی پکا مسلمان فرقہ گاروں کے عقیدہ کے مطابق تقدیر کا مقتضی نہیں ہے اور اس کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ انسانی ترتیب ناقابل تنسیخ طور پر مہم سے محدود مقرر کی گئی ہے اور کوئی شخص بذریعہ اپنی ذاتی بالا راہ فعل کے بھی اس سے بھاگ نہیں سکتا بلکہ تقدیر سے اس کی یہ مراد ہے کہ وقوع

۱۔ اس نے خدائے کے دارالسلطنت پیرس میں تعلیم پائی تھی۔ یہ مسیحی مذہب کے رومن فرقہ سے بخوف ہو گیا اور اپنا ایک خاص مذہب ایجاد کیا۔ ولادت ۱۷۷۵ء وفات ۱۸۴۱ء (دن ترجمہ)

فصل کے پہلے سے خدا کو اس کا علم ہے یا جبکہ لغضی مفہوم خدا کی غیبی خبر ہے۔
 اگر مسیحی مذہب سے یہ تین اصول جنہر اوس کی بنیاد پر یعنی تثلیث و ارمیکو
 لیث کنسپش و قائم مقام کفارہ عیسیٰ دہ کرے جائیں تو مذہب اسلام
 اپنے مبادیات میں اس سے بہت مطابق ہو۔

ان اصول کو ایک مسلمان مثل خطیبات فاسد کے سمجھتا ہے اور وہ اس لفظ
 کے کل دیگر امور کے اختیار کر لینے کے واسطے موجود ہے بجز اونکے اور ان
 خطبات کے جو خاصاً اونسے تعلق رکھتی ہیں۔

مرکز کے نقاط مفروضہ سے بکثرت خطوط نکلتے ہیں جسے بحالت مجموعی ایک مکمل
 طریقہ ایمان و عبادت کا قایم ہوتا ہے اور جسکے نتائج مطابق اونکی وضع مقلدین
 کے بہت زیادہ مختلف ہو جاتے ہیں۔ اعمال مذہب کے ارکان خمسہ حسب تفصیل
 ذیل ہیں۔ - طہارت - صوم - صلوة - حج و زکوٰۃ -

اب ہم کو اس امر کی تصدیق کی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ طریقہ کد ان سے برآمد
 ہوا اور یہ غور کرنا چاہئے کہ ہمارے پیغمبر کون اور کیا تھے۔

میں ناظرین رسالہ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان حقائق کی تلاش میں جنکو کہ میں نے

حاصل کرتے ہیں مجھے ایک بُرا انبار کوڑے کرکٹ کا تہ و بالا کرنا پڑا جو غلط تاریخ اور باطل خیالات اور کاذب مباحث کی شکل میں تھا اور تب مجھے ایک دھیمی جھلک اُس ہمیش بہا میرے کی نظر آئی جو مدت ہائے دراز سے انسان کے واسطے محفوظ ہو چکے نیست و نابود کرنے کی متعصبین و منافقین نہایت سرگرمی سے کوشش کر چکے ہیں۔ عقلی روشنی اور بشری شہادت سے یہ قطعی طور پر واضح ہو چکا ہے کہ محمد صاحب ایک پاک اور منزه شخص تھے جنھوں نے خود بطیب خاطر اولیٰ جملہ امور کو ترک کر دیا جنکو دنیا عزیز رکھتی ہو تاکہ صرف اُس عظیم الشان روحانی حقیقت کا علم انکو حاصل ہو جائے اور گو اس حقیقت کی کوشش تعلیم میں انکو ذلت و تضحیک لعنت و ملامت ظالم و بدلائینے والوں کے جو رستم برداشت کرنا پڑے تاہم اوھوں نے پوری تیجی کے ساتھ تبلیغ رسالت کی اور نہایت افلاس کی حالت میں دنیا سے کوچ کیا یہ ایسے واقعات ہیں جنکو عیسائی مصنفین بھی بالعموم تسلیم کر چکے ہیں۔ پس محمدی شاہدین کے حوالے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نقل ہو کہ کسی شخص نے حضرت مسیح سے پوچھا کہ ”کون سا عمل کیا جائے جس سے حیات ابدی حاصل ہو“ حضرت مسیح نے جواب دیا کہ ”جو کچھ مال و متاع تمھارے پاس ہو اُس کو بیکر محتاج و مساکین پر تقسیم کر دو اپنے ہاتھ میں صلیب لو اور میرے

پہچھے آؤ۔ ٹیک اسی کے مطابق مجھ صاحب نے کیا بجز اس کے کہ اوفنون نے حضرت مسیح کی ان معنوں میں تقلید نہیں کی جنکو ہٹ و مہرم عیالی سمجھے ہوتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ اونکے پاس تھا اوفنون نے سب راہ خدا میں تصدق کر دیا اور تکلیف و ایذا کی سلیب استقلال و استبازی سے اس وقت تک لئے رہے جب تک کہ اوفنون نے مشرق میں مذہب حق استحکام کے ساتھ نہیں قائم کر لیا۔

جن مصنفین نے ہمارے پیغمبر کی سرگذشت کی بابت کچھ جی لکھا ہے اوفنون نے بہ تصریح ظاہر کیا ہے کہ وہ لڑکپن ہی سے تسلیم الطبع - حلیم المزاج - زود فہم - منکسر النفس - عزت پسند اور صاحب غور و خوض تھے۔ باوجودیکہ وہ شہر مکہ کے لڑکوں سے بہ آزادی ملتے تھے لیکن اوفنون نے کوئی زبان و ناشائستہ عادت ان لڑکوں سے نہیں سیکھی۔ عنوان شباب میں وہ اپنے محبتانہ طریق اور کل موقوفہ صفائی و راستبازی برتنے کے سبب سے ممتاز تھے۔ زمانہ شباب میں وہ اپنے کل معاملات میں صادق و راستباز و فیاض تھے۔ اور ایک ایماندار و معتبر سوداگر تھے وہ عام طور پر ایسے معتبر و معزز تھے کہ مکہ کے لوگ انکو الامین کہتے تھے۔

پس کیا یہ امر قرین قیاس ہے کہ جس شخص نے پچاس برس تک ایماندار و پارسائی کے نیک نامہ اصول کی پابندی کی اور اسکی وضع میں یک بیک ایسا تغیر ہو جائے جیسا

کہ یہجا طور پر اکثر عیسائی مستنّفین نے، انکی نسبت بیان کیا ہو۔

کل سربراہ و رد عیسائی مستنّفین ایک مظلّ و تحقیق و تلاش کے بعد اس امر کے اقرار پر جو کم و بیش ظاہر ہی کیا گیا مجبور ہوئے کہ موجود ثبوت سے وہ مؤئمہ صاحب کے چال چلن کے کافی و اطمینان دہ اندازہ کرنے سے تمام تر معذور رہے۔

انکی ناکامی کا سبب ظاہر ہو کہ انھوں نے اُس عقیدے کی بنیاد پر دلائل کی جہین روت و جسم کو مادی یعنی ایک شے سمجھتے ہیں اور اگر انھیں اپنے باطل اوہام و عقائد سے علیحدہ ہونے کی قابلیت ہوتی تو ان مضامین کو ناچیز سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیتے جسے ادنا سا ماحل ہو جاتا۔

بعض مستنّفین نے لکھا ہو کہ محمد صاحب شل ہم لوگوں کے مسیحی نہ تھے اور پس وہ ضرور مکار تھے لیکن ہم کو یہ مسأوم کر کے سخت تکلیف ہوتی ہو کہ حقیقتاً ایسا صاحب و متبرک آدمی عیسائی کیوں نہوا لیکن اگر وہ اپنے ہی پیغمبر کے احکام شریعت کو سمجھے ہوتے تو انکو اس صریحی واقعہ پر کچھ تعجب نہوتا۔

دائشنگٹن ایرونگ ایک مقصد عیسائی ذیل کی عبارت لکھتا ہو۔ ”ان واقعات

۱۔ امریکا کا ایک نامی گرامی انشا پرداز تھا۔ اسکی تصنیفات یورپ و امریکہ دونوں جگہ بہت مقبول تھیں۔ اس نے اسلامی تاریخ بھی لکھی ہے اور محمد ص حب و انفا ر کے حالات غنی و علیحدہ رسالوں میں مرتب کئے ہیں لیکن نہایت نسب سے کام لیا ہو۔ پیدا شدہ ۱۸۵۹ء موت ۱۸۵۹ء (من مہرجم)

خطا ہو چکا کہ محمد صاحب کے متعلق جتنی تحریری یادداشت ہیں وہ اس واسطے ہو
 ہیں اور مستندین کے وسیلے سے انسانی افواہوں سے بالامال ہیں پس ان وجود سے
 اس سے حاصل کرنا اور زیادہ مشکل ہو گیا کہ اس کے اوضاع و اطوار کیسے تھے
 ہم کو نہیں معلوم ہو سکتا کہ ابتدائی حصہ سے لیکر زندگی کے درمیانی زمانہ تک
 اس ناپاک اور حیرت افزا کرے اور کو کونسا خاص مقصد حاصل کرنا تھا جس کے
 سبب سے وہ مورد الزام ہیں۔ اگر حصول دولت کی طمع تھی تو خدیجہ کے ساتھ
 متاہل ہونے سے وہ سیر دست و دولت ہو چکے تھے اور اس مکر کے قبل کہ اوپر
 وحی ربانی نازل ہوئی ہو اور انھوں نے کوئی خواہش اپنی سرمایہ میں اضافہ کی خواہ
 نہیں کی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اعزاز کا حوصلہ تھا تو وہ پہلے ہی سے اپنے وطن پر
 بوجہ فراست و دیانت کے مغرور تھے اور نامور قبیلہ قریش کے ایک اعلیٰ خاندان میں
 سے تھے۔ اگر حکومت کا خیال کیا جائے تو کعبہ کی محافظت مع اس مسٹرک
 شہر کی حکومت کے پشتہا پشت سے اس کے خاندان میں تھی اور بلحاظ حالات
 و مرتبہ کے وہ مستحق تھے کہ دلیری سے اس عظیم شان اہتمام کے امیر و امیر ہوں
 لیکن انھوں نے اپنے اس مذہب کے زیر و زبر کرنے میں جس میں تعلیم پائی تھی
 ان تمام فوائد کی بیخ کنی کر ڈالی کیونکہ اس کے خاندان کے اقبال و فستار کی بنیاد

اسی مذہب پر قہی اور مباحثہ کرنے سے اونکے رشتہ داروں کی عداوت - شہر
 والوں کا عناد اور تمامی بیوطنوں کا قہر و غضب مشتعل ہوتا تھا اور جو کعبہ کی پرستش
 کرنے والے تھے اونپر اور بھی برائی گنجتہ ہوتے تھے۔ اس طریق نبوت کے آغاز میں
 نہ تو اونکو کسی قسم کی طمع تھی اور نہ یہ مہیہ تھی کہ اونکے نقصانات کا معاوضہ
 ہو جائیگا بلکہ برخلاف اس کے یہ طریقہ ایک مشتبہ اور پوشیدہ حالت میں شروع
 کیا گیا اور برسوں تک اس کے اسباب میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ جو وقت سے
 اونھوں نے اپنے الہامات کا افشار اور اپنے اصول مذہب کا اظہار کیا اسی وقت
 سے وہ مورد تضحیک و تذلیل و لعنت و ملامت ہو گئے۔ اور اخیر میں ایسی شدید
 ایذا رسانی کی گئی جسے خود اونکے اور اونکے دوستوں کے اقتدار کو برباد کر دیا۔
 اور مجبوری اونکو اپنے خاندان کے بعض اشخاص کے ساتھ معہ اپنے تابعین کے
 ایک دوسری جگہ پناہ گزین ہونا پڑا اور بالآخر مثل ایک فراری کے اونکو غیر معین
 کسی غیر مقام میں تلاش کرنا پڑا۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے خروج کی حالت پر لیا
 سال تک ثابت قدم رہے جس سے اونکا تمام دنیاوی اقتدار برباد ہو رہا تھا اور جسکی
 تجدید کا حوصلہ ایک موبہومی امر تھا۔ دنیاوی خواہشات سے قطع نظر کرنے کے بعد
 ہم اونکے اطوار کی بابت دیگر بیانات کی تلاش کرنے پر مجبور ہیں تاکہ اونکی اس غامض

طریق کا اندازہ ہو سکے۔“

یہ امر سیدہ جو کہ محمد صاحب کی مالی حالت رُومانی حقیقت کی تعلیم کے زمانہ تک اس درجہ میں عمدہ تھی جیسی کہ ان کے وقت کے حریص نوجوانوں کی خواہش ہوا کرتی تھی۔ ان کے رشتہ دار دولت مند تھے اور ان کے چچا ابوطالب جھون نے ان کے والدین کی وفات کے بعد ان کو اپنے خاندان میں شامل کر کے مثل ایک عزیز و شفیق و مہربان باپ کے پرورش کی عرب کے ایک بڑے دولت مند اور مرفہ الحال تاجر تھے۔

جس شخص کی حفاظت میں کتبہ تھا اسی منصب کا قابض مستقل حاکم کہ بھی تھا اور وہ محمد صاحب کے خاندانی سلسلہ میں تھا۔ پس اگر ان کو ثروت کی خواہش ہوتی تو حسب حالت موجودہ ان کو جس درجہ مراتب سے ان کی چچا کی وافر دولت کے حاصل ہوتے اور اگر وہ معاذ اللہ مکار بڑے حصول اور حریص ہوتے جیسا کہ عام طور پر عیالی ان کو خیال کرتے ہیں تو واقعات کے قدرتی طریقہ پر بلاشبہ وہ استقلال کے ساتھ منتظر رہتے اپنے رشتہ داروں کے مورد الطاف ہوتے اور عرب کے اعلیٰ ترین اشخاص میں سے ایک دولت مند و مغرر شخص ہوتے اور قہریم کے سامان آسائش و سبب عیش و عشرت اور دنیاوی جاہ و چشم مہیا ہوتے لیکن انھوں نے اچھی راہ پسند کی اگرچہ

یہ راہ دشوار گزار و پر خار تھی اور دنیاوی امور کے لحاظ سے اونچی زندگی کو
 آرام و مصائب و صعوبات اور تلخ ناکامیوں سے جو نہایت تکلیف دہ قسم سے
 فتنیں معمور کر دیا اور اس سے ایک سبق اُن لوگوں کو خوب دلنشین کرنا چاہیے جو
 مستحسن جزئی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور دولت و آسائش کے تعاقب میں
 جسکی جانب عالمگیر توجہ رجوع ہو رہی ہے مصروف ہیں۔

جب پیغمبر صاحب نے دنیاوی امور سے قطع تعلق کیا تو ایک مدت مدیدہ صوم و صلوٰۃ
 و استغراق میں بسر کی اور خور و نوش صرف رطب و جو اور آبِ خالص پر کھیا
 اونچی یہ پرہیزگاری تا اختتام زندگی جاری رہی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بعض
 اوقات کامل ایک مہینے تک بجز رطب کے اور وہ بھی بہت قلیل مقدار میں
 کچھ نہیں کھاتے تھے۔

کوہِ ہرے پر ایک غار تھا اور وہ جگہ اونچون نے اپنی عزلت نشینی کے واسطے
 پسند کی تھی وہ اپنی وہ ایک وقت میں چند دن استغراق میں صرف کرتے
 اور وہاں اونپر وحی نازل ہوتی تھی تاکہ حقانی نور و نیامین جلوہ افروز کریں
 اور وہ شعلہ شعلہ متصل کریں جو چند سال بعد نہایت آجے تاب سے روشن ہو گیا اور
 اور تمامی مشرق کو اپنی نورانی ضیاء سے معمور کر دیا۔ ان کے ساتھ کشت

اونکی وفاداری بی ریاکاری تھیں جو اول اونکے اصول مذہب پر ایمان تھیں
 تھیں اور لطیف خاطر سرگرمی و مستعدی سے اونکے کام میں شریک ہو تھیں
 تھیں اور جب وہ اپنی خلوت سے برآمد ہوتے تھے اور مکیہ میں اپنے گھر واپس آتے
 تھے تو وہ نیک نامیاں جو اونکو ملتی تھیں مسلسل میں لاتے تھے اور ان لوگوں کی
 اعانت کرتے تھے جو بیماری یا کسی حادثہ کے سبب سے اپنے لئے سامان ہتیا
 کر کے کے ناقابل تھے۔ اس حلقہ سے اونکی خاص کل دولت اور جو کچھ اونھوں
 نے خدیجہ کے ساتھ مشاہل ہونے سے حاصل کیا تھا سب صرف ہو گئی۔

پس ہم کو لازم ہو کہ پیغمبر صاحب کے قبل بعثت و بعد بعثت جو یہ واقعات تسلیم
 عالم ہیں اونکا بخوبی موازنہ کریں۔ تاکہ اونکے چار چلن کی بابت ایک باطنی نتیجہ
 نکل سکے۔ اور ان نتائج سے ہم اپنی پیغمبر و دیگر پاک انبیاء سے تطابق کریں۔
 جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسوقت تک اونھوں نے عام طور پر ان حقائق
 کی ہدایت کی کوشش نہیں کی جنکا اونکو الہام ہوا تھا اور اونکی طرز زندگی پر علاوہ
 اونکے رشتہ داروں کے بہت ہی کم توجہ مبذول تھی اسوقت میں وہ مثل ایک
 مسکین مجذوب کے سمجھے جاتے تھے اور لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ اونھوں نے
 بیوقوفی سے اپنے وافر مال و متاع کو ضائع کر ڈالا جسکا سبب اونکے دوستوں پر

ظاہر نہیں تھا۔ اور ان لوگوں نے اس میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں حاصل نہیں کی
لیکن من بعد اوفنون نے عام طور پر رسالت کو مستہر کر کے اپنی سرپرکلیفات و انیل
و مصائب و بیرحمی کا پہاڑ اڑھالیا اور لعنت و ملامت کا طوفان برپا کر لیا جبکہ بیان
کم و بیش صراحت کے ساتھ مورخین نے قلمبند کیا ہے۔

کیا کبھی کوئی پیغمبر ایسا گزرا ہے جس نے دنیا میں حیاتِ ابدی کا سچا طریقہ سکھلایا
کوشش کی اور اس کی راہ میں گل افشانی کی گئی ہو؟ ایک بھی نہیں!
دنیا کو امر حق سے ایک خباثت آمیز خصومت کے ساتھ نفرت ہے اور جو شخص ہمت
کی کوشش کرتا ہی اس کو دیوانگی سے خطاب کرتی ہے۔ جو دعویٰ کہ محمد مصائب
نے کیا جس سے کہ ابلیس تک کا غیظ و غضب مشتعل ہو گیا مگر اسی کے
مطابق صحابہ و دعویٰ ناصرہ کے حضرت مسیح نے کیا تھا اور ان کے ساتھ
بھی پرطیش یہودیوں نے ٹھیک ایسا ہی برتاؤ کیا۔ اوفنون نے کہا کہ وہ نبی
اور خدا کے رسول ہیں اور اللہ جل شانہ کی طرف سے ان کو الہام ہوا ہے کہ وہ قوم
عرب کو سچی راہ نجات کی دکھلائیں اور ان کو بت پرستی اور گناہوں سے رانی

۱۔ یہ اُس مقام کا نام ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے اور اپنی اداۃ زندگی میں تیس برس اسی
مقام پر بسر کئے۔ یہ مقام جبر و سلم سے ۶۵ میل جانب شمال واقع ہے مردم شماری ۱۹۲۰ء ہے۔
(سن ۱۹۲۰ء)

دین جو اوشون نے اس فرقہ کی تقلید سے حاصل کر لیا جو جسک عیسائیوں
 کہ جسم و روح ایک شے ہے۔ اوشون نے متواتر اپنے سامعین سے بیان
 کیا کہ میری ہستی من قبیل معجزہ نہیں ہے بلکہ میں جی مش تمہارے آدمی ہوں میری
 جسمانی ساخت۔ دماغی عطیات قدرتی میلان و خواہشات مش تمہارے
 یکساں ہیں۔ لیکن میں نے حیات و ممات کے اسرار کا انکشاف اور زندگی
 جاوید کا سچا طریقہ حیات و الجلال سے لیکھا ہے۔

محمد صاحب نے بھی اپنے پیغمبر اور رسول اللہ ہونے کا اوشون معنوں میں
 دعویٰ کیا ہے جن معنوں میں موسیٰ۔ ابراہیم۔ الیاس۔ مسیح اور دیگر برحق انبیاء
 مرسلین نے دعویٰ کیا تھا۔ اوشون نے کوئی جدید مذہبی طریقہ نہیں کھلایا
 بلکہ اسی ایک ابدی حقیقت کی تجدید کے متلاشی ہوتے جواز لہذا انسان
 کے واسطے محفوظ تھی اور تاقیام دنیا باقی رہے گی اونکے اور حضرت مسیح کے
 دعویٰ میں کچھ کمی بیشی نہیں تھی اور نہ حضرت مسیح نے کبھی خدا اور خدا کا بیٹا ہونگا
 اون معنوں میں دعویٰ کیا جیسا کہ بعض گمراہ لوگ یقین کرتے ہیں۔

سنٹ جان کی انجیل کے باب ہشتم اور آیت پنجاہ و ششم میں یہ ایک مندرجہ ذیل

۱۔ اس فورڈ وینوورسٹی میں تعلیم حاصل کی پستالہ میں پارلیمنٹ میں داخل ہوا اور نائٹس آف لارڈس کا
 ممبر ہو گیا پستالہ میں جلی سکرٹری مقرر ہوا لیکن پستالہ میں اس کو سخت نفی ہو گیا اور پستالہ میں سکرٹری اول

بیان ہے جو حضرت مسیح کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جس سے ناظرین انجیل اور مفسرین بہت پریشان ہوتے ہیں۔ لیکن جن امور کا حضرت مسیح نے دعویٰ کیا ان سب میں یہ بیان صریح اور واضح ہے اگر اصلی یونانی زبان سے اسکا صحیح ترجمہ کیا جائے۔ ”مسیح نے اونے کہا۔ فی الحقیقت۔ فی الحقیقت میں تم سے کہتا ہوں۔ پہلے ابراہیم تھا۔ میں ہوں۔“ اس آیت کی یہ عبارت قاعدہ نحوی کے رُوسے بالکل مہمل اور معنی ہے اسکا ٹھیک ترجمہ یہ ہے۔

”فی الحقیقت۔ فی الحقیقت میں تم سے کہتا ہوں میں دیا ہوں جیسے میرے پیشہ ابراہیم تھے۔“ اسکا یہ مطلب ہے کہ میں جیسا کہ ابراہیم کے الہامی پیغمبر ہوں حضرت مسیح نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ اونکے قبل پیغمبرانِ برحق گزر چکے ہیں بعض اسلامی فضلا کا اصرار ہے اور اونکے دلائل براہین ناقابلِ محسّاط نہیں ہیں کہ حضرت مسیح نے بقصریح محمد صاحب کے آمد کی پیشین گوئی اس بیان کے ساتھ

خارجہ ہوا شاہزادی اپنی کی دولت کے بعد بوجہ مخالفت کے اسکو فرانس بھاگ جانا پڑا۔ جارج اول کے عہد میں اسکو لندن آئینی اجازت ملی لیکن چونکہ اس زمانہ میں سربراہِ دولت وزیر تھا اس نے نائٹ آف لارڈس میں اس کو نہیں داخل ہونے دیا۔ یہ بات سن کر وہ بہت شامی گدڑی اور اس نے وزیر کی مخالفت میں صدمہ مناسبت لکھے حتیٰ کہ اسکی وزارت کو شکست کر دیا۔ ۱۷۵۷ء وہ دوبارہ فرانس گیا اور اپنی باپ کی موت کے بعد جلدی جاریاد پر قابض ہوا اپنی زندگی بقیہ حصہ اس نے مین صرف کیا۔ علم تاریخ و فلسفہ و ادبیات کے متعلق آخر زندگی تک لکھی کیا۔ پیدائش ۱۷۵۷ء موت ۱۸۴۰ء۔ (میں ترجمہ)

کی کہ آخر الذکر اونکے مقلدین کو صراطِ مستقیم کی جانب رہنما کریں گے۔

میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ عربی پیغمبر نے کبھی یہی قسم نہیں دی جو حضرت مسیح کی اصل ہدایات سے مختلف ہوتی ہو بلکہ برعکس اس کے اگر دقیق نظر سے مذہبِ اسلام کے سچے متعقبات اور حضرت مسیح کے حواریں سے جنکا وہ خون نے تعلیم کیا مقابلاً کیا جاتے تو اس امر کے واضح ہونے میں ہرگز ناکامی نہوگی کہ دونوں فریق اپنے اغراض و مقاصد میں مصائب ہیں۔ محمد مصاحب نے اکثر ماصرہ کی جانب حوالہ دیکر ان الفاظ کا استعمال کیا کہ ”ابن مریم الہامی پیغمبر اور خدا کی طرف سے یہودیوں کی ہدایت کے واسطے بھیجے گئے تھے“ حضرت مسیح سے اونکو محبت تھی اور اونکے دل میں اونکا نہایت اعزاز و احترام تھا لیکن یہود وہ اصولِ مذہب - غلط توہمات اور مست اعتقادی سے جبکا غلطی سے مسیحی طریقہ نام رکھ لیا تھا اونکو سخت نفرت تھی۔ اونھوں نے بتلایا تھا کہ تکملہ انسانیت کے واسطے بعض زمانوں میں نبی پیدا ہوئے تاکہ خلق اللہ کو اونکے بدعتی عقائد کی خراب حالت - طمع و خود غرضی دہوا و ہوس کی گرفتاری سے رہائی دیکر سچی راہ کی جانب ہدایت کریں جہاں سے وہ خواہشاتِ نفسانی کے شوق میں آوارہ ہوئے تھے۔ اور بتلائیں کہ انسانیت کے درجاتِ عالی اور

روحانی تہذیب کے حصول کا یہی رہائی طریقہ ہے اور انھوں نے بیان کیا کہ مین
ختم المرسلین ہوں اور میں کوئی طریقہ اپنی مقبہ میں کی ہدایات سے مختلف
نہیں سکھاتا بلکہ میرا مقصود ہے کہ اسی ایک افضل و اعلیٰ حقیقت کو از سر نو
قائم کر کے اپنے عربی بھائیوں کے دل نشین کر دوں۔ اس ادعا کا اثبات و جواز
اوپر روشن ہے جس کو اسلامی فلسفہ کا کچھ علم ہو۔

تیسرا باب

عمل ارکان خمسہ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (سورہ اطلاق پارہ ہفتم)
اللَّهُ نُزُومُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْلِ نُورِهَا مِصْبَاحٌ ط الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ط
الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (سورہ نور ۲۴) پارہ قذاف المؤمنون (۱۸) (۱)

بجز دوسرے طریقے کے جو اسلامی پیغمبر نے تعلیم کیا علم بشری میں کوئی ایسا
مذہبی طریقہ نہیں ہے جسکی نسبت صد یا سال تک عیسائیوں سے ایسی فاش غلط فہمی
اور سرسراہٹ بیانی ہوتی ہو۔ کہہ ارضی کی انگریزی بولنے والی قوم کو اس مذہب
سے ایسا سخت تعصب ہے کہ وہ اس تحریر کو بھی ایک معمولی حقارت آمیز خندہ زنی ہے

مہول کر دیتے ہیں اگر ان سے کہا جائے کہ ”مکن ہو یہ مذہب حق ہو یا کم سونم
 نظر تعمق کے ساتھ اور غیر متعصبانہ طور پر قابل تحقیق ہو“ گویا صریحاً یہ اسی مہمل بات ہے
 کہ سنجیدگی سے اس پر غور بھی نہیں کرنا چاہئے۔ یہی سخت و نامعقول تعصب باشندگان
 یورپ و امریکہ کو جو مشرق کی سیاحت کرتے ہیں مسلمانوں کی تمدنی حالت و دنیا
 زندگی اور اسلامی سچے عقائد کے صحیح معلومات کے حصول سے باز رکھتا ہے۔ یہی
 خود بینی اور فضیلت کا غور جب کوہ معمولاً اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اعلیٰ ترین و
 تعلیم یافتہ طبقہ کے مسلمانوں کو اونچی مجاہد سے پسپا کر دیتا ہے اور جو کچھ ادنیٰ
 طبقہ سے حاصل کیا جاتا ہے وہ کسی معنی میں قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ اور یہ اسی طبقہ
 کی معلومات ہے جس کے بھروسے پر مسلمانوں کی تمدنی حالت و عقائد پر رسالوں
 میں مضامین اور کتابیں لکھنے کا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ تصنیفات یورپ و امریکہ میں
 شائع ہوتی ہیں۔

جس زمانہ میں اسلامی اسپین اعلیٰ درجہ کی تہذیب و شایستگی کا مرکز علم و دولت کا
 مسکن۔ اور سرشتیہ علوم و فنون ہو رہا تھا عیسائی یورپ نجاست کے دُکُل میں بھنسا
 ہوا تھا دلت و جہالت میں مبتلا ہو کر اسلام کے متعلق کذب آمیز اختراعات کر رہا تھا

۱۔ یہ ملک یورپ کے جزیرہ مغرب میں واقع ہے۔ بحر اطلانک و بحر میڈیٹرینین کے درمیان میں واقع ہے۔
 اس کا رقبہ ۱۸۲،۵۸۰ میل مربع ہے۔ مردم شماری ۱۹۵۸ء ہے۔ (دن سمرجہ)

اور ان لوگوں سے بغض و حسرت تھا جو ہر راج میں اونے بدرجہا افضل تھے۔
 یہ عداوت سلا بعد سلا وراثتاً پہنچی ہی اور اسکا اثر عیسائی مصنفین کی تصنیفات جو
 میں جو ادھون نے محمد صاحب اور اسلام کے متعلق لکھی ہیں واضح طور پر موجود ہے
 جس عیسائی مصنف نے اسلامی پیغمبر کے چال چلن اور اونکی ہدایات کے متعلق جیسی
 سے کوئی بیان لکھا ہے اسے بھی اپنے جذبات کا استنباط ایسی قدیم عیسائی مت
 سے کیا ہے اور صد سال پیشتر کے غلط خیالات اور کذب کے استقرا میں بہت
 کچھ اضافہ کر دیا لیکن جب جان ڈیوینوٹ اور گاڈفری گنس سا کوئی آدمی ہو
 کہ وہ جھوٹی تاریخ کے کوڑے کرکٹ کو صاف کر کے سچائی کے بعض حصوں کو روشنی
 میں لا کر دکھلائے جس سے انگریزی بولنے والی دنیا کو دائمی حقیقت کی جھلک نظر آ
 جو لکھو کھا بنی آدم کے دونہر حکومت کر رہی ہے۔

قبل اس کے کہ میں اسلامی طریقہ کا تفصیلی بیان قلمبند کروں مجھے یہ لکھنا کہ
 مشرقی مسلمانوں سے جہاں تک میں نے تحقیق کی اور جو تجربہ حاصل کیا اس سے
 مجھ کو صداقت کے ساتھ اعتقاد ہو گیا کہ اگر انسان کے واسطے روحانی ترتیب کا کوئی مکمل
 طریقہ ہے تو بھی ایک جو نوع انسان کے ہر طبقہ پر منطبق ہو سکتا ہے۔ اسکی بنیاد
 اسی ازلی حقیقت پر ہے جو ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک بذریعہ منتخب رسولان

منجانب اللہ کے انسان کو حوالہ کیا گیا یعنی حضرت عیسیٰ سے لیکر محمد صاحب تک یہ ایک طریقہ ہی جو روت کی اس خواہش کو پورا کر سکتا ہے کہ اس کو اعلیٰ ترین ہستی انسانیت یعنی غلام میں بھی ایک طریقہ ہے جو ہو ہو دلیل و حکمت کے مطابق ہی یہ دلیل اودام سے سہرا ہے اور اسکا استغاثہ براہ راست انسانی عقل و فہم کی جانب جمع ہوتا ہے۔ یہ ہر شخص کو بالانظر اپنے افعال و خیالات کا جواب دہ ٹھہرانا ہی اور قائم مقام کفارہ کی تسلیم سے ارتکاب معاصی کی جرات نہیں دلاتا۔ یہ دینی مطالب میں ممتاز و مرتفع ہے اور انسانیت کے اعلیٰ ترین و ذی عظمت اجزائے مشتمل ہے اگر عقل و فراست اور راستبازی سے اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

مجھے معلوم ہے کہ میرے اس بیان سے بعض عیسائی جو وسیع انخیال ہیں اس کتاب کے مطالعہ کی جانب راغب ہونگے اور تبہم سوال کریں گے کہ ہر طبقہ کے مشرقی مسلمانوں سے اس قدر وسیع ربط و ضبط کے بعد اسلامی تاثیرات کے ارتفاع و امتیاز کی کوئی بعینہ شہادت مجھے ملی۔ البتہ عقلی عیسائی اس سوال کے استفسار سے باز رہیں گے لیکن ظن غالب ہے کہ عقل سے معذور گرجا والا ہولناک مسئلہ تسمیہ و ازواج کے متعلق کما حقہ مباحثہ کے بعد یہ سوال کریں گے۔ کیونکہ عیسائی تقریباً عام طور پر مسلمانوں کے مذہب کے متعلق اس مضمون کو اول اور نہایت اہم سمجھتے ہیں۔

اگر ہم کسی مذہبی طریقے پر بلحاظ پیر و ان مذہب کی اخلاقی و تمدنی حالت کے
 غور کریں تو مسیحی حریفہ اس درجہ قابل الزام ٹھہرے گا کہ فوراً نظر انداز کر دیا جائیگا۔
 اگر کسی مسلمان کا ایک عیسائی سے جو بلحاظ قابلیت و تعلیم و استعداد
 دنیاوی باہم متساوی ہوں مقابلہ کیا جاتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ مسلمان
 بنسبت عیسائی کے اخلاقی و روحانی ادراک کے متعلق عمدگی و پاکیزگی کے ساتھ
 خیالات ظاہر کریگا۔ اگر میں کبھی اپنی زندگی میں نہایت مبتذل اور سست عقیدہ
 لوگوں سے ملا ہوں تو وہ لوگ ہیں جو اپنے کو عیسائی کہتے ہیں۔ وہ ہرگز عیسائی
 نہیں ہیں اور نہ یسوع ناصری کی اصلی ہدایات سے ادھین کچھ تعلق ہی ہو سکتا ہے وہ
 اعتقاد رکھتے ہیں یا اعتقاد کا دعویٰ رکھتے ہیں کہ اصول مذہب مسیحی کے پاس ہیں
 ہر مسلمان جانتا ہے کہ سچے مسلمان ہونے میں صرف چند الفاظ یا فقرات کا طوطے کی
 طرح رٹ لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے واسطے کہ یہ قرار اور بھی احتیاج ہے۔
 کیونکہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا
 کہ وہ پیغمبر صاحب کی ہدایات کو سمجھتا بھی ہے اور جب یہ بات حاصل نہیں ہے تو وہ شخص
 اسلامی اغراض و نتائج کی تمثیل میں بطور مناسب نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ کسی مذہبی
 طریقے پر اس کے ظاہری مقلدین کے افعال و اقوال کی مناسبت سے عمدگی

کے ساتھ فیصلہ نہیں ہو سکتا بلکہ صرف وہ اہل الی تعلیمات اور مسائن جو بتدریج
 و تکمیل معین ہو چکے ہیں اسکی نسبت راستہ قائم کرنے میں ہماری رو نمائی کرتے ہیں
 مجھے اس حق پر ناظرین رسالہ کو یقین دلانا چاہیے کہ اسلامی طریقے میں کوئی بات ایسی
 نہیں ہے جو بدکرداری، ناپاک خیالات، اخلاقی تنزل و سواس یا تعصب کی جانب
 مائل کر دے۔ بلکہ برعکس اسکے یہ اس جانب راغب کرتا ہے جو انسانی چال و چلن کی
 ایک اعلیٰ ترین و شستہ طریقہ پر اور اگر ہم کسی مسلمان کو دیکھیں کہ وہ اپنی عادات میں ناپاک
 یعنی کاذب، بے رحم، ناشکیب، بے امتیاز اور متعصب ہے تو ہم کو فوراً یہ نتیجہ نکالنا چاہیے
 کہ وہ اسلام کا سچا پیرو نہیں ہے اور حقیقت مذہب کے حصول سے جہاں وہ دعویٰ کرتا ہے
 بالکل بے بہرہ ہے۔

اب ہم کو مذہب کے ظاہری اصول اور نمایان ڈھانچے کی طرف غور کرنا چاہیے
 یعنی خدائی وحدانیت، طہارت، نماز روزہ حج، زکوٰۃ۔ یہی اصول مذہبی عبادت
 کی بنیاد کے جاتے ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ اخصین کا سمجھ لینا ایک ذہین
 آدمی کے واسطے کافی ہے۔

اسلام کے لفظی معنی تسلیم و رضا کے ہیں اور اسلامی عبادت گویا تمنا ہے اس
 روحانی رشتہ کی جو ہر شخص کے پاس اور ہر شخص کے دل میں ہے۔ انجیل ہم کو یہ

نکھلاتی ہے کہ آسمانی بادشاہت ہمارے دل میں ہے۔ اور قرآن مجید کو یہ تعلیم کرتا ہے۔ ”وَنَحْنُ اقْرَبُ بِالْإِيمَانِ جُلُوسًا“ لفظ اسلام کے جس سے پریشان اپنے مذہب کی شناخت کرتا ہے یہ معنی ہیں کہ نیک و پاکیزہ و عبادت کے قابل اور معبود حقیقی کے ساتھ راضی برضا ہے۔

مسئلہ توحید کی صداقت قدرت کی جملہ موجودات سے ظاہر ہے اور جہاں تک حیطہ علم انسانی میں ہے ہر بانی مذہب نے اس کو توفیق و تصحیح کے ساتھ تعلیم کیا ہے۔ عیسوی مسیح بھی اس واقعہ سے مشتمل ہے کہ حضرت مسیح کی موت کے ۳۰۰ برس بعد مسئلہ تثلیث بشب انٹیک نے اختراع کیا اور خود حضرت مسیح نے یہ تو کبھی یہ تعلیم کیا اور نہ اوس کے متعلق کبھی سنا۔ بت پرستی اور تعدد خدا الہ لوگوں کی ایجاد ہے جو گمراہ ہیں۔ کسی سچے الہامی ہدایت کنندہ نے یہ اصول کبھی تسلیم نہیں کئے۔ روحانی علم بلا کسی شبہ کے خدا کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور اس مسئلہ کے حق ہونے کی شہادتیں ہم کو اپنی ہڈی کے روزانہ کاروبار میں مبارکباد دیتی ہیں یہ شہادتیں اوس شخص کے دل نشین ہو سکتی ہیں جو تعصب سے علیحدہ ہو کر اپنے غم کرے۔

اگر کوئی شخص محمد صاحب کی تعلیمات کا تجزیہ کرے تو اوسے معلوم ہو جائیگا کہ وہ اخلاقی ہیئت میں موسیٰ۔ ابراہیم۔ عیسیٰ و دیگر پیغمبران پر حق کی اخلاقی تعلیمات کے

بالکل مطابق ہیں۔ جو حریفہ او خون نے جاری کیا وہ نفس الامری میں بالکل اوس سے
مخالف تھا جو سابق میں دنیا کو عطا کیا گیا۔ کیونکہ انکی یہ رسالت تھی کہ وہ ایک ایسا نام
کمال مجموعہ پیش کریں جسکا عام طور پر یہ مقصد ہو کہ وہ ان بدعتوں اور غلطیوں کی صحت
و بیج کھنی کرے۔ جو پیغمبرانِ سلف کے تعلیم کردہ اصول مذہب میں واقع ہو گئی تھیں۔
اونکا صریح مقصد و نفع انسان کو بت پرستی سے باز رکھنا اور قواعد و قوانین کا ایک ایسا
سلسلہ قیام کرنا تھا جسپر استبدادی و اواراک کے ساتھ عمل درآمد کرنے سے انسان کو تقرب
بِارِ تعالیٰ حاصل ہو جاتے اور باطنی پاکیزگی و شستگی کے ساتھ تصفیہ ظاہری بھی
معمد دیگر غویوں کے میسر ہو۔ او خون نے کامل طور سے تبلیغ رسالت کی اور اسوقت تک
نہیں طلب کئے گئے جب تک او خون نے یہ نہیں دیکھ لیا کہ اسلامی طریقہ اونکے عقائد
کے دل و دماغ میں بالاستحکام جا گرین ہو چکا ہے۔

البتہ سر دست ہم اسلامی طریقے کو صرف اوسکی ظاہری و عروج ہیئت کے مطابق
قیاس کر سکتے ہیں لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اگر اسکی اندرونی حالت تعمی سے
دیکھی جاوے تو نسبت نظرا دل کے زیادہ فلسفیانہ معلوم ہوگی۔ اور اگر صرف
اوسکی بیرونی حالت کا ملاحظہ کیا جاوے تو اوسکی افضل ترین خوبی اس کی ظاہری
کہ نفع انسان کے جمیع طبقات یعنی ایک ادنیٰ قلی سے لیکر اعلیٰ درجہ کے صاحبانِ

اور ماہرانِ علوم کی روحانی ضروریات کے تماسر مطابق ہے۔ قوتِ مدرکہ یا وقوفِ عامر سے اس کو کوئی انحراف نہیں ہے اور نہ کسی درجہ میں عدلِ رحم کی فطرتی تحریک کے یہ مخالف ہے۔ اس کو اُن امور کے اعتقاد کی احتیاج نہیں ہے جو من قبیل فوقِ لواء ہیں اور نہ باطل اوہام و غیر ممکن اُصول کی قبولیت کی ضرورت ہے۔ خیالاتِ اقوال و افعال کی پاکیزگی صفا سے ظاہری و باطنی۔ خلوص کے ساتھ مستحکم و غیر متزلزل رجحانِ باری تعالیٰ کی جانب۔ بغیر غرضی سے برادرانہ محبت۔ یہ خاص اغراض تلاش کردہ ہیں اور یہ مطالب ایسے مکمل ہیں جنکا ذہن نشین کر لینا ہر شخص کے امکان میں ہے۔ پیغمبرِ صاحبِ نبوتؐ کے ساتھ بیان کیا کہ نماز مذہب کی بنیاد ہے اور اوہ خون نے اپنے طریقِ مذہب کے دیگر ارکان کی بہ نسبت اس پر بہت زیادہ زور دیا تاکہ نماز کی وقت و عظمت زیادہ تر توضیح سے ظاہر ہو و نیز دیگر ارکان کی تعمیل منضبط رہے۔ وضو کا حکم دیا گیا۔ یہ اونکا بہن ارادہ تھا کہ وہ طہارت کا خیال ایک موثر اور مستقل طریقے کے ساتھ اپنی مقلدین کے دل نشین کر دیں۔ طہارت کے قاعدہ مثل دیگر قواعد کو ہم بلا تاہل دیکھے ہیں کہ اوہ خون نے نفاذِ عادت کو سمجھا اور پس کیا کوئی مسلمان جو روزانہ اوقاتِ معینہ کا نماز گزار ہے کبھی نہ اس کا قصد بلا خیال وضو نہ کر گیا اور اس طرح کم سے کم دن میں پانچ مرتبہ اس کو ہاتھ منہ پاؤں صاف کرنے

پڑتے ہیں۔ اور بار میٹانے کے حکم طلب کے لپیکہاکنے میں درجہ آخر تک وہ
طاہر رہتا ہے اور یہ اوسط بہ نسبت کسی دوسرے مذہب کے بہت زیادہ ہے
اس طرح سے اس کو جہانی صفائی کی ایسی مادہ ہر جاتی ہے کہ وہ اس کے سینچ
بلا انحراف مذہب مخوف نہیں ہو سکتا اس مضمون کے متقدّم جتنی شہادتیں موجود ہیں
اول سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب کا یہی مقصد نہیں تھا کہ صرف مونہ اور ہاتھ
پاؤں خوب صاف رکھے جائیں بلکہ جسم کے کل حصے اور لباس ظاہر ہونے والے
جگہ منہ کعبہ کی طرف کیا جاتے اور دل خدا کی جانب۔

کوئی ذی فہم طبیب اس سے انکار نہیں کرے گا کہ جہانی صفائی۔ عادات معینہ اور عادات
سادہ معین صحت جہانی نہیں ہیں روحانی فلسفی کا اعتراف ہے کہ تاخیر اوقات۔ غیر معین
عادات۔ مختلف اقسام کی اوباشی بیش و عشرت میں منحک رہنا جہانی صحت کے واسطے
جی اسی طرح مضرت ہے جس طرح اخلاقی صحت کے لئے۔

اسلامی طریقے میں اوقات عبادت ناقابل تنسیخ طور پر معین کئے گئے ہیں۔ نماز
اول اس وقت میں ادا کرنی چاہیے جبکہ آفتاب کی پہلی کرن افق مشرق کو منور کرے۔
طلوع آفتاب کے بعد تا وقت ظہر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ پس کچے مسلمانوں کو قبل
طلوع آفتاب بیدار ہونا چاہیے۔ نماز دوم بار دو دو کے درمیان ہونی چاہیے۔

سومر چار پانچ کے ! ہیں۔ چھارم ٹھیک جو وقت کہ آفتاب کی روشنی مغرب میں داخل ہو جاوے۔ پنجم بوقت عشرہ۔ نماز بوقت نصف شب نہایت متحسن سمجھی گئی ہے لیکن یہ واجب نہیں ہے۔ نماز پنجگانہ کے قبل نماز گزار کو آیت قرآنی مندرجہ ذیل کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ "فصلو وجہ حکم و ایدیکم الی المرافق امسحوا برؤسکم و ارجلکم" (الکعبین)۔ اس مکمل طریق عبادت سے یہ منشا نظر ہوتا ہے کہ صفائی اور خوش اسلوبی کی عادت ہو جائے جس کے اخلاقی نتائج کی بابت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان عادت کا محکوم ہوتا ہے اور مثلاً جب کبھی وہ کسی خفّہ میں گر جاتا ہے تو بلا کسی غیر معمولی کوشش کے اُس سے باہر نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے تا وقتیکہ وہ اُس چیز کا تعاقب کرے جو زمین کے سیقدر قریب ہے۔ پس اگر کسی شخص کا روزانہ نماز پنجگانہ کا معمول ہوگا تو یہ عادت تادم مرگ اُس سے ملحق رہے گی اور جبکہ مذہب کے اصول مبادی کا علم ترقی پذیر ہوگا اور سیقدر اوس کی عادت میں شوق و مستعدی کے ساتھ ترقی ہوگی۔

اسلامی طریقہ کی دیگر دانشمندانہ تجاویز میں سے ایک قاعدہ نماز جماعت کو متعلق ہے ہر مسلمان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ حتی الامکان جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اس قاعدہ کی بابت بہت سے معقول و کافی دلائل موجود ہیں جن پر بعنوان فلسفہ اسلامی

بحث ہو سکتی ہے۔ لیکن سر و دست ہمارے نظام ہی منظر پر نگاہ کرتے ہیں۔ اول تو اس سے یہ مراد ہے کہ قومی تفریق معدوم ہو جائے اتفاقاً ملازم ایک عام صبح پر خدا کے رو بہو حاضر ہوں جبکہ نزدیک کل انسان سادی ہیں اور امیر و غریب سوداگر و دوکاندار۔ اہل حرفہ وغیرہ جیونگی طرح مسجد میں نماز کے وقت پہلو بہ پہلو کھڑے ہوں اور سب کبھی کوئی گروہ مسلمانوں کا وقت مذکورہ پر وارد ہو تو انہیں سے ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے ذاتی اعزاز کو علیحدہ کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔ یہ بھی ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر وہ کہیں پر وارد ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو اس کو نماز ادا کرنی چاہئے اور اگر جگہ مناسب نہ تو اس سے بہتر موقع تلاش کرنا چاہئے نماز کے متعلق جتنے قواعد ہیں ان کا حقیقتاً ہی منشا یہی ہے کہ معاملات میں ایسا نڈاری راستی کا برتاؤ کیا جائے۔ مذہب کی جانب بدرجہ اتم انحراف ہو اور ایک برحق خدا کی پرستش کی جائے۔ یہ عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ وہ شخص اپنی کو مسلمان کہہ سکتا ہے جو خدا کی وحدانیت اور پیغمبر صاحب پر نزول وحی کا اعتقاد بیان کرے لیکن وہ شخص اسلام کا سچا مقلد ہرگز اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ رجوع قلب سے نماز پڑھے اور اس کی نماز کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ اس کی روح کو تقرب خدا حاصل ہو۔

قرآن کا حکم ہے "یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام لما کتب علی الذین من قبکم
 لعلکم تتقون"۔ یہ ایک قانون مقررہ ہے اور کرہ ارض کے ہر طبقہ مسلمانان
 میں کم بیش اخلاص کے ساتھ سالانہ ماہ رمضان میں اسکی تعمیل کی جاتی ہے مسلمانوں
 کے سال کا نوان مہینہ رمضان ہے اور قبل از طلوع باختر سحری تا غروب آفتاب روزانہ
 روزہ رکھا جاتا ہے۔ یہ مہینہ رمضان دو دھون سے کہا جاتا ہے یا تو یہ کہ گرم موسم
 میں واقع ہوتا تھا یا یہ کہ مہینے بھر کا روزہ آدمیوں کے گناہوں کو جلا دیتا ہے۔
 ہمیشہ سے ہر مذہبی طریقہ کا ایک جزو روزہ ہی کیونکہ وجوہ کو اس کے بانیان طریقہ
 ہی خوب جانتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے حیات کے افشائے راز میں فکر و سعی کی ہے
 تاریخی سلسلے کو وقت سے لیکر پیغمبر صاحب کے زمانہ تک یہ امر معلوم ہوتا ہے
 کہ جتنے الہامی مادی مذہب گذرے ان سب لوگوں نے اپنی تعلیم کو تسلیم روزہ داری
 کی۔ اور جن لوگوں نے دنیا کے کسی حصہ میں روحانی رفعت حاصل کر لی اور جنھوں نے
 بھی اس کی تعمیل پر اصرار کیا۔ پس اس سے یہ نتیجہ مستخرج کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے
 کہ اس کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ یہ ایک مسلمہ اثبات ہے کہ حقیقہ رحبانی قوت
 و توانائی میں ضعف ہوتا جائیگا اور سید روحانی قوت میں تیزی و زیادتی ہو جائیگی
 جس وقت میں کہ مبارک سعادت خالی ہوتا ہے۔ ہم نہایت سہولت سے غور کر سکتے ہیں اور

اپنے خیالات کو آسانی قابو میں رکھ سکتے ہیں بمقابلہ اُس حالت کے جبکہ ہم غلبہ شکم سیر ہوتے ہیں۔

جس غم میں کہ رُوح و جسم ایک شے یعنی مادی ہے اور جس کے حبابِ اکشافات کے محاذ سے بہ خوبی ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے میں کوئی نئی عمر لگی ہے اور یہ ایک عملِ خیریت نہ تو ہم یا صرف طریقِ انضباط نہیں ہے۔ اسکا اصلی مقصد رُوح کو دنیا و مافیہا سے خواہشات کے بوجھ سے سبکدوش کرنا ہے اور رُوحانی حقیقت کے استقبال کے واسطے مستعد رہنا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ ایک تزکیہ و تصفیہ رُوح ہے تاکہ اُس کو اُس اعلیٰ ترین رُوح کی حضوری کی قابلیت ہو جائے جو ہر شخص کے رُگِ گلہ سے قریب تر ہے۔

لیکن اس وقت ہم کو صرف صوم کے ترقیبی نتائج سے سروکار ہے جو اُن روزہ داروں کے واسطے غایت درجہ میں فائدہ بخش ہیں جو اس فرض کو بہ خلوص و احترام ادا کرتے ہیں اور اگر عادتاً بھی بلا کسی خیالِ علوی مقاصد کے سپر عملدر کیا جائے تو ایک مسلمان رُوحانی تکملہ کی راہ سے کسی قدر فاصلہ پر جا رہتا ہے جنہاں وہ اُس حالت میں بھی پہنچ سکتا تھا جبکہ وہ روزہ داری کی کوشش نہ کرتا۔ البتہ روزہ دار میں جتنی صدق و خلوص زیادہ ہوگا اسی قدر مدارج بلند ہوں گے اور عاقبت میں اجرِ عظیم حاصل ہوگا۔

لیکن یہ شخص مجاز ہے کہ وہ اپنی واسطے جو طریقہ مناسب سمجھے اختیار کرے لیکن معلوم رہنا چاہیے کہ مذہبی قانون روزہ داری کا حکم دیتا ہے۔ خدا کی اطاعت صلہ کے لائق ہے لیکن خلوص شادمانی کے ساتھ ہر جہاز یاد مستحسن ہے بہ نسبت اس کے کہ بیدلی اور بے پردائی سے بجا آوری ہو۔

جس طرح ہفتہ میں ایک دن اور دن میں پانچ مرتبہ خدا کی جانب رجوع ہونا پڑتا ہے اسی طرح سال میں ایک مہینہ روزہ کے سبب خدا کی نذر کیا جاتا ہے۔ اس مہینے میں ہر مسلمان کو یہی لازم نہیں ہے کہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک صرف خورد و نوش سے باز رہے بلکہ روزہ باطل ہو جاتا ہے اگر اس مہینے میں غصہ کیا جائے۔ خواہش نفسانی ظاہر ہو یا غیبت و دروغ گوئی کی جائے۔ کمینہ خواہشات کو ضبط کرنا بھی اسی درجہ میں روزہ کا جزو ہے جس طرح آب و طعام سے پرہیز کرنا ہی پس کیا کسی شخص کے واسطے ممکن ہے کہ وہ سال میں ایک مہینے تک نیک خصلت رہے بغیر اس کے کہ اس نے اپنی مجموعی حالت ہستہ گیارہ مہینوں میں کسی حد تک فائدہ بخش رکھی ہو۔

روزہ کا خاص مقصد علاوہ کمینہ خواہشات نفسانی کی عارضی ترتیب کے زیادہ تر مرتفع ہے۔ یہ ایک معقول تجویز ہے اگر صدق و عرفان اور عبادت گزاروں کے طریقے سے اس پر عمل کیا جائے تو لامحالہ یہ انسانی رُوح و ذات باری کے درمیان ایک قریبی تعلق

ہجلی اہت قرآن مجید کتابی کہ وہ رگ جھو سے قریب تر ہے۔

اب اگر یہ صبح ہو کہ روزہ نماز با استغراق کا اثر و منفذ فوزا غنا ہر جوتہ ہو تو آب
طعام کا احتراز روحانی قوت کو حیوانی خواہشات پر غالب کر دیتا ہے اور شریح و نارا دہ
خدا کی جانب پیش و حاضر کیجاتی ہے۔

صریح پیغمبر صاحب کا یہ قصد تھا کہ وہ اپنے مقلدین کو شہ طہارت و نماز کے حصول عادت
صوم کی جی ترغیب دین تاکہ یہی عادات اونکی اولاد میں تسلط پاندا قائم رہیں اور اس حقیقت
کے مطابق جسہ دفع انسان راہ راست اختیار کریں۔ بارہ سو برس گزر چکے ہیں
لیکن وہ رمضان کا انتظار کیا جاتا ہے اور دنیا کے جمایہ فرقہ مسلمانان میں اسکا احترام
کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے روزہ داری کی عادت حاصل کر لی ہے اور وہ اونسے
طبی ہو کر اس درجہ میں منہی ہے کہ اونسے دائرہ خیال سے بھی باہر ہے۔

جس شخص نے دقیق اور غیر متعصبانہ نگاہ سے اسلامی طریقہ کو جانچا ہے وہ کہہ سکتا ہے
کہ کس معقولیت اور دانائی سے اسکی ترتیب کی گئی ہے اور کقدر وسیع و پراثر نتائج
حاصل ہو سکتے ہیں اگر صدق و عرفان سے اسپر عمل کیا جاتے۔ ہم سب عادت کی قوت
سے آگاہین خواہ وہ مستحسن ہو یا قبیح اور گناہ و برائی میں مبتلا ہو جائنا کقدر آسان ہے
اس نسل میں بہ نسبت صالح ہونے کے بدکار ہونا بہت سہل و آسان معلوم ہوتا ہے۔

اسلامی اعمال کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ اسکی بابت کسی تشریح کی چند ان ضرورت نہیں ہے
کیونکہ ہر مذہبی طریقہ کا یہ ایک جزو ہے اور بخش کرنے والے کے حق میں اسی مناسبت
سے فائدہ بخش ہے جتنا کہ اس کو اپنی داد و دہش کے ساتھ بے تعلقی ہے۔

چوتھا رکن صیغہ اخوت ہے۔ پیغمبر صاحب نے جو وقت سے مدینہ میں سکونت اختیار کی منجانب دیگر
امور کے یہ اونکا پہلا کام تھا کہ اوھوں نے جلسہ اسلامی اخوت کی ترتیب شروع کی اور
اس اخوت میں وہ صادق اور وفادار انخاص شامل تھے جو اتصال کے ساتھ باہم گر
اوسوقت میں مجتمع تھے جبکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں وہ لوگ مصائب و تکلیفات
کے انبار میں دبے ہوئے تھے اور تیز روی سے ترقی کرنے والے غول کے ساتھ
اوسوقت تک شانہ بشانہ ہو کر ثابت قدم رہے جب تک کہ اوھوں نے اپنی مذہبی شہنشاہی
سے تمام مشرق کو معمور نہیں کروایا۔ اسلامی طریقے میں صیغہ اخوت ایک نہایت ضروری
ترکیب ہے اور پیغمبر صاحب کی تمام عمر کی تعلیمات میں برادرانہ محبت کا ایک مستحکم خیل
موجود ہے اور مثل ایک نفرتی سلسلہ کے میدان طلائین مسلسل ہے۔

جب تک کہ جوہر اخوت اسلامی طبقہ میں قائم رہا اور برادرانہ محبت و مودت کا شعلہ
حامیان مذہب حق کے دلوں میں مشتعل رہا اس وقت تک اسلام نے اپنا وقت اور
حکومت کے سمت الاس میں ناقابل فراغت ترقی جاری رکھی۔ لیکن جس وقت کسی

تفاق و اختلاف نے اپنا نظور کیا اسوی بازو کی فوت میں نصف شروع ہو گیا اور
پیشہ محی کرنے والی قضا نے ان مولع کے شکست کرنے میں اپنی کوتاہی سے قابل پایا
جواد سکی سہ راہ ہوئیں۔

سچ پانچواں رکن ہے اور یہ برادرانہ خیال کے نشوونما کی بنیاد ہے۔ موجودہ زمانہ میں
ہر مسلمان سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کم سے کم ایک مرتبہ سفر کھ اختیار کرے
پیشہ صاحب کا صریحیہ خیال تھا کہ وہ اپنی عقلمندی کو ملک کے جہد اصراف سے سال میں ایک
دفعہ بقیہ واحد مجتمع کریں تاکہ وہ لوگ بچا ہو کر عبادت کر سکیں اور اس رشتہ زندگی میں
باہمہد گر تحریک حاصل کریں جو اذخون نے اختیار کر لیا تھا۔

ناظرین رسالہ کو ان ارکان خمسہ سے یہ نتیجہ نکلانے میں ناکامی نہیں ہو سکتی کہ
یہ کیسا سادہ و پراثر طریقہ ظاہری و باطنی ترتیب کا ہے اگر تمام و کمال سمجھ لیا جائے اور صدق
و عرفان سے اس پر عمل کیا جائے۔ اسلامی قوانین جس طرح باعث نشوونما و طریقہ ہدایت ہیں
طرح ان تمدنی و مقامی حالات کے موجب ہیں جو مدت دراز سے مشرقی ملک میں رائج ہیں
اور جن کو مذہب سے کچھ علاوہ نہیں ہو سکتا اور انکا منقہ سبب ان آئینہ و قلبہ کیا جائیگا۔
ایک دوسرا امر بہت زیادہ قابل تشریف اس غریب کا یہ ہے کہ اس میں کوئی مخصوص طریقہ
رسم الامت کا نہیں ہے۔ اسلامی طبقہ کا ہر شخص خدا کے سامنے بالکل مساوی حالت سے کھڑا

ہوتا ہے۔ اُن لوگوں میں صرف یہی ظاہری و باطنی پاکیزگی کا فرق ہے جو فطرتی طور پر پیدا
 ہوتا ہے۔ امام جو مسجد میں پیش نمازی کرتا ہے یا جمعہ کے دن خطبہ پڑھتا ہے ہر شخص جانتا
 ہے۔ چاہے وہ سوداگر۔ دستکار۔ یا اہل حرفہ کیون نہ ہو۔ البتہ اس کو اس کا علم ضرور
 ہونا چاہئے کہ قرآن کیونکر پڑھا جاتا ہے اور دوسرا یہ امر لازم ہے کہ وہ اپنے مذہب کا سچا
 متسلک ہو۔ اُس کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی اور تمنائی حالت میں اس کا درجہ کل مقلدینِ اسلام
 کے مساوی ہوتا ہے۔ مؤذن جو نماز پنجگانہ کے واسطے روزانہ اذان کہتا ہے اُس کو
 اپنے کام کا ایک قلیل معاوضہ ملتا ہے۔ اس کے فرائض وقتِ طلب میں اور معمولاً وہ
 طبقہٴ ادنیٰ سے ہوتا ہے جسکی نسبت یہ ممکن ہے کہ کسی ایسے پیشہ میں مصروف ہو جائے
 جس کے سبب سے وہ ہپابندی روزانہ نماز پنجگانہ میں نہ شریک ہو سکے تاوقتیکہ اسکی
 اور اس کے خاندان کی کفالت کا بندوبست جماعت سے نہ کیا جائے۔ امام اگر سوداگر
 یا اہل پیشہ ہوا کرتے ہیں جو خود اپنی متکفل ہوتے ہیں اور روزانہ اپنے پیش بہاؤت
 کے حصہ کو اپنے مذہبی کام میں اس اسید سے صرف کرتے ہیں کہ اس کا اجر آئندہ
 زندگی میں ملے گا۔ +

چوتھا باب

اسلام پر بیست فلسفیانہ

وَالشَّيْءُ فَضْلُهُمَا وَالْفَرْقُ إِذَا جَلَّهَا وَالْخَيْرُ إِذَا جَلَّهَا وَالْبَلُّ إِذَا لَغَّهَا وَالْأَمْرُ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَالْأَمْرُ وَالْأَمْرُ وَالْأَمْرُ وَالْأَمْرُ وَالْأَمْرُ وَالْأَمْرُ وَالْأَمْرُ
قَدْ أَلْفَحَ مَنْ ذَكَرَهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا (پارہ ختم سورۃ الشیء ۹۱)

ایک ہی مذہب برحق ہے اور ہو سکتا ہے۔ اگرچہ تمامی مختلف و متعدد طریقے جو معدود
انسانی بین ہین کم و بیش اپنی ایک حقیقت پوشیدہ رکھتے ہین یقین اور بالاعتصاف
نگاہ سے اگر امتحان کیا جائے تو جملہ پیغمبرین کی ہدایات ہین ہم کو بے تکلف اس حقیقت
کا نشان معلوم ہو سکتا ہے۔ عیسائیوں کی کتاب مقدس سے بعد ترجمہ زوائد و تحریفات
ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بین طور پر یسوع ماضی کا تعلیم کردہ ہے۔ لیکن اوخون نے قبل
تکمیل رسالت انتقال کیا اور اُس طریق عمل کے قایم کرنے ہین وہ ناکام رہی جس کو اوس کے
مقلدین کے دون ہین استحکام کے ساتھ حقیقت کا قیام ہو جاتا۔ یہ صاف ظاہر ہوتا ہے
اون کے ساتھ جو بارہ حواریں تھے وہ سب اونکی حقیقت تعلیم کے حصول سے نامترقاہر
رہے اور حضرت مسیح کے مطالب سے واقف نہ ہوئے۔ جو موجودہ طریق مسیحی کہنا ہے

وہ درہل پال کی تعلیم پر مبنی ہو اور یہ حضرت مسیح کی موت کے تین صدی کے بعد واقع ہوا۔ صرف یہی نہیں کہ پال نے یسوع ماضی کو کبھی نہیں دیکھا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیمات کی بابت اس نے ایک سخت مہل خیال اپنی ذہن میں قائم کر لیا۔

نچرہ صاحب جو خاتم النبیین اور جملہ انبیاء و مرسلین میں جلیل القدر تھے اور خون نے اپنے مقلدین موجودہ کو اس عظیم شان حقیقت کی صرف اصرار سے نہیں تعلیم دی کہ وہ لوگ خارجی طور پر سمجھ لیتے بلکہ ادھون نے اصول مرتب کئے اور ایک مکمل و مکمل طریق عمل اسطرح پر بلا استحضار قائم کر دیا تاکہ ہندوگان عرب کے دلون میں نشتر کا بھج ہو جائے اور ہر زمانہ میں دنیا کی کُل اقوام میں سلا باندہ جاری رہی اور ادھون کا مں طور پر تبلیغ رسالت کی قبل اس کے کہ وہ نے ادھون اس کے اجر کے واسطے طلب کیا اور ادھون نے گنگا ربند کے لئے جو حقیقت بطور ملکیت کے چھوڑی وہ اس کے مرتفع و پاکیزہ چال چین کی ایک عظیم شان یادگار ہو۔

جب میں فلسفہ اسلام کی جانب رجوع کرتا ہوں تو ایک مصنوعی عیسائی نہایت حیرت سے چلا اٹھتا ہے۔ ”کیا حقیقتاً اسلام کسی ایسے فلسفہ پر مشتمل ہے جسکی طرف اس تعلیم یافتہ زمانہ میں سنجیدگی کے ساتھ توجہ کی جائے؟“ البتہ جس طرح یہ ایک سبک

اوسی طرح ایک فلسفہ بھی ہو اور یہ اس قابل ہو کہ ہر شخص اس پر غور و تنقید کی سے توجہ بہ کرے گو وہ کیسا ہی عمود اور اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ کیون نہ ہو۔

اس مضمون کے اختیار کرنے میں ہمارا فائدہ یہ ہے کہ ہم ان کی مذہبی تحریک ضعیف کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ممکن و محتمل سبب کی تحقیق میں کوشش کریں گے۔ ہر زمانہ میں ہر فرد بشر۔ ہر فرقہ کے خیالات مذہب اور جداگانہ طریق عبادت کے خاص قسم کے رہے۔ اسکی بابت ناممکن کنہا بہت مشکل ہے کہ آجکل شایستہ سچی حکومت کے باہر کوئی گروہ نوع انسان کا دستِ باریک ہو سکتا ہے جو کسی قسم کا کوئی طریقہ اپنے مذہبی خیالات کے اظہار کے واسطے نہ رکھتا ہو۔ بحرِ پائنتک کے بعض جزائر میں چند اقوام ہیں جنکی نسبت جہاں تک علم ہو سکا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکا کوئی تعلق ایسے لوگوں سے نہیں ہے جو مذہب کے کسی مروجہ طریقہ کے متقین۔ لیکن تاہم انہیں مذہبی رسوم جاری ہیں اور انکا یہ بھی عقیدہ ہے کہ موت کے بعد پھر ایک دوسری ہستی ہوتی ہے اور یہ مسیحی اور اسلام و بدھ مذہب والوں کے عقائد سے بہت قریب ہے۔ جزائرِ فلپائن کے کوہستانی حصوں میں وحشی اقوام ہیں جن کو اسپنیرڈ کبھی مغلوب نہ کر سکے اور جن کو سفید رنگ کے چہرہ والوں سے سخت نفرت ہے اور جو سولے اپنے ملک اور اپنی مذہب کے کچھ نہیں جانتے

سجرا پاشک ایشیا اور امریکا کو دریا ان بین واقع ہوا سکا رقبہ ۸ کروڑ میل مربع ہے۔ یورپ کا رقبہ والا
ہیوا: جمی اداں شخص خاص نے ۱۸۴۷ء میں بحر ایشیا کو دکھا۔ اس ایشیائی جزیرہ کا مجموعہ - انکی تعداد ۱۰۰ سو ہے۔

لیکن انہیں بھی مذہبی حسرتیہ اور مذہبی خیالات اس طرح کے موجود ہیں جو اس زمانہ کے
سنت عقیدہ فرقہ مسیحی سے بہت مشابہ ہیں۔

اس مذہبی استناد کا کیا سبب ہے جسکی نسبت شہادت مصلحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مثل کسی
دوسری قابلیت کے بالکل برائے نام ہے یہ صرف کسی اتفاق یا تعلیم کا نتیجہ نہیں ہو سکتا
کیونکہ جہاں تک تاریخی دسترس ہے جب اس سے نزع انسان کے اگلے زمانہ کا بخوبی
مقابلہ کیا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تعلیم لا معلوم تھی وہاں اسکی قوت بہت زیادہ
تھی۔ جسطرح یہ انسانی فطرت کا ایک جزو غیر ترتیب و ماشایستہ حالت میں ہی اسی طرح
انسانی فطرت کا جزو اعلیٰ درجہ کی شایستہ اور تربیت یافتہ حالت میں بھی ہے۔

ہم اکثر مذہب و حکمت کے درمیان ناقابل انسداد نزاع سنتے ہیں۔ لیکن اس کے صرف
یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ نزاع درمیان اس حکمت اور عقائد کے جس میں روح و جسم کو ایک
سمجھتے ہیں۔ ان دونوں کے مطابق کرنے میں ہمیشہ کھل گوشین تمامہ فضول و بے سود
ہوتیں اور ہونگی لیکن سچی حکمت اور حق مذہب کے درمیان کوئی نزاع نہیں ہو سکتی۔
قبل اس کے کہ ہم مروجہ عقائد کا تجزیہ کریں یا اسپر غور کریں کہ علم حکمت کیا چاہتا ہے
ہم کو اس امر پر نظر کرنی چاہی کہ علم حکمت کن چیزوں سے بے بہرہ ہے۔ ہم و خون کی
روئیدگی اور چھوڑی شگفتگی ایک مستقل و غیر متبدل حالت کے ساتھ دیکھتے ہیں جنکی

نسبت حکماء کا قول ہے کہ یہ اسرار متعین الدنس ہیں۔ ان لوگوں نے اب تک بالوحی نہیں بتوایا کہ حقیقتاً زندگی کیا چیز ہے اور فی الواقع روح کی ہستی جو انہیں اور اگر کبے جسم کی موت کے بعد اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ خلیفہ انسانی جسم کے ہر رگ چھتے ہی اور عضو کے ہر موصف و مقام پر مطالعہ کے بتا سکتا ہے لیکن تاجہ وہ ہر قوت سے بالکل لاعلم ہے جو جسم کو بنا کر کرتی ہے۔ سانس لینے والے آدمی میں نفرت اور محبت اور کل خواہشات نفسانی اور انسانی میدانِ خاطر کا مادہ پیدا کرتی ہے۔ چھریا کی گولی دل و دماغ میں پیوست ہو کر جاندار شکل کو ایک غیر متحرک اور بجان قودہ کی قطع میں تبدیل کر دیتی ہے جو فوراً متعفن و فاسد و ہیر ہو کر ایک جاہل زندگی کیڑے کی طرح کی شکل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی حکیم انسان کو سابق کی طرح زندہ کر کے اس میں محبت و نفرت کی قوت پیدا کر سکتا ہے۔ نہیں۔ اس سے کوئی ایسی شے خارج ہو گئی ہے جو پھر داخل نہیں ہو سکتی۔ وہ کیا شے ہے اور کیا ہوگی۔ حکمت اس جگہ بالکل گنگ ہے۔ کیا حکمت بتا سکتی ہے کہ برقی قوت کیا چیز ہے۔ نہیں۔ لیکن تاجہ علم مغربی اطراف میں اور صفا امریکہ میں چھ لوگوں نے اس دقیق مخفی قوت کو حاصل کر لیا ہے اور مختلف طریقوں سے یہ ہمارے مصرف میں ہے۔ ہم اپنے کوچہ و بازار کی گاریوں میں اس سے کام لیتے ہیں اور گھریوں و مکانات میں اس کے ذریعہ سے روشنی پہناتے ہیں۔ ہم اس کے ذریعہ

انسانی آواز صد مائیل تک لے جاتے ہیں بلکہ تحریری مراسلات ہزاروں میل تک اور یہ کیا ہی حکمت بالکل لاعلمی و حکمت سے ایک معقول صحت کے ساتھ طوفان کی معلوم ہو سکتی ہو لیکن اس کے بدلانے سے قاصر ہو کہ وہ کونسی قوت ہو جس کے سبب گرج طوفان یا دھیمی ہوا پیدا ہوتی ہے۔ حکمت ناواقف ہی کہ نوم کیا چیز ہے اور ہم لوگ خواب کیوں دیکھتے ہیں۔ یہ محکو یہ بھی نہیں بتا سکتی کہ ہم کس طرح اور کس واسطے خیال کرتے ہیں۔ حکمت نے ہمارے اس عقیدہ کی تہذیب کے متعلق بہت کچھ کیا جس میں ہم جسم و روح کو ایک شے سمجھتے ہیں اور یہ اُن ہشیا کے درمیان متیقن و حاکمانہ روشنی سے پیش قدمی کرتی رہی جسکی آزمائش کیمیائی طریقے سے کر سکے۔ لیکن عجائبات موت و حیات کے مواجد میں و نیز اُن حیرت افزا قوانین کے معائنہ سے جو مختلف طور پر حکومت کرتے ہیں اور جسکو ہم قدرت کہتے ہیں یہ پچا رنگی کے ساتھ سرنگون ہو جاتی ہے۔

تاہم ہمارے دانشمند فلسفی سنجیدگی و سرگرمی سے اُس نزاع کی بابت گفتگو جاری رکھتے جو درمیان حکمت و مذہب کے واقع ہو گیا حکمت نے اُن جملہ مراتب سے وقوف حاصل کیا ہے جو انسان و قدرت کے متعلق اس کو معلوم کرنا چاہیے جن امور سے حکمت واقف ہے اور جسے لاعلمی ہی مقابلہ کیا جائے تو ظاہر ہو جائیگا کہ اگر کوئی شخص اعلیٰ درجہ کے حقائق سے واقفیت حاصل کرنے کی خواہش کرے تو حکمت اُس جانب رہ نمائی کرنے

میں قناتر قاصد ہے۔ مجھے اس موقع پر ناظرین کو بتین دلا نا چاہیو کہ حکمت جب یہ دین جتنے مضموم شدہ مسائل ہیں وہ اُس اسی حکمت کے اُن اصول سے بہت بڑھتا ہے۔

میں جن سے اس زمانہ تنزلی میں بہت ہی کم واقفیت ہے۔
کوئی شخص جانتا ہو کہ خیالات کیا ہیں ؟ میں ناظرین سے پوچھتا ہوں کہ اوغنون نے کبھی اُن اغراض کے تجربہ کی کوشش کی ہے جو اونچی زندگی کے مختلف افعال کے محرک ہیں۔ ایک بڑے دانشمند فلسفی کا متورہ حسب ذیل ہے۔

”اپنی ہی اغراض کا بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ بعض اوقات ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ کام ہم کیوں کرتے ہیں۔ گوہر دلیل اوس کے مخالف ہو۔ فہم غایت غیبت تجربہ فرض یہ سب ایک طرف کیوں نہیں۔ لیکن ان جملہ مرام سے ہم اپنے کو علیحدہ کر کے اُس کام کو کرتے ہیں۔“

کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تم سکوت میں بیٹھو اور اپنی اُن خیالات کے جواب سے آپ بلا کسی آورد کے اوامام کے مانند تھارے سامنے آتے ہیں نگران رہو ادھن سے کسی ایک کو دس یا پانچ منٹ جتنی دیر کہ تم سے ممکن ہو اپنی ذہن میں رکھنے کی کوشش کرو۔ ایک منٹ بھی وہ خیال تم سے ذہن میں نہ ٹھہرا ہو گا کہ دیگر خیالات کا جو ہم ہو جائیگا اور وہ تمہاری گرفت سے نکل جائیگا اور قبل اس کے کہ تم اپنی اصلی حالت پر راجع ہو وہ تمہاری دسترس

سے باہر ہجایا۔ پس کیا تم اپنے خیالات کے مالک ہو اور کیا تم اپنے متین اختیار میں رکھ سکتے ہو ؟ -

لیکن میں سنتا ہوں کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ اُن امور پر گفتگو کرنے اور غور کرنے کی فائدہ ہی جبکہ وہ اسرار میں اور جبکہ انکشاف کسی شخص سے نہیں ہو سکتا۔

وہ ایسے اسرار میں ہیں جو سنائے نہ سکیں لیکن یہ سچ ہے کہ وہ حکمت جسمین جسم و روح ایک شے ہے اس معنی کو نہیں حل کر سکتی کیونکہ وہ اُس راہ پر چلتی ہے جو اُس کو حقیقت سے دور لیجاتی ہے اور وہ اُن طریقوں کو قطعاً ترک کر دیتی ہے جو توضیح انسان کو بتلاتے گئے ہیں جس شخص نے محمد صاحب کی روحانی انکشاف کا صحیح ادراک حاصل کر لیا ہے وہ ایک لحظہ کے

واسطے بھی اسرار موت و حیات کے جاننے میں مشابہ نہ کرے گا۔ یسوع ماری بھی اُن کو جانتے تھے اور دیگر پیغمبرانِ برحق کو بھی علم تھا۔ ایک حقیقت اور صرف سچی حکمت از ابتداء ظہور انسانی بذریعہ ایک طویل سلسلہ پیغمبرانِ تامحمد صاحب قایم کی گئی اور یہ حقیقت نوع انسانی کو عطا کی گئی لیکن عوام الناس نے اس کی طرف سے رُگردانی کی و کور باطنی سے اُس لغو عقیدہ کے معتقد ہو گئے جس میں جسم و روح ایک شے ہے۔ اور تلاش دولت عیش و مسرت میں آوارہ رہے۔

ہم کو تامل کرنا چاہیے اور اہم مسئلہ پر غور کرنا چاہیے کہ پیغمبر کی تعلیمات اور اس حکمت

سے جس میں بہم و روح ایک شے ہی و نیز اپنے روزانہ تجربات سے ہم کو یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ ہر بزرگ عالم حیوان سے جداگانہ ہیں انسان بوجہ آزادانہ فعل و خیال و ماضی طاقت
 اور قوت تمیز کے حیوانوں سے مرعہ ہے اور ہونا چاہیے اگرچہ اوکھین کم و بیش کسی حد تک
 خواہشات حیوانی ہیں لیکن کیا وہ اپنی کھیت اغراض و طبیعت میں حیوانوں سے ہٹا
 زیادہ جداگانہ ہے۔ ہم کو غور کرنا چاہیے کڑی ایک مناسب موقع میں اپنا جال لگاتی ہے
 جہاں بعض بد نصیب کھٹی اس میں چنسن جاتی ہے۔ پس جہاں تک ہم سبکی بابت غور کر سکتے ہیں
 کڑی کی کیا غرض ہے۔ کیا تم نشین کرتے ہو کہ وہ ٹھہر کر غور و تامل کے ساتھ دیں پیدا
 کرتی ہے کہ اگر وہ کھٹی کو کھائے گی تو اس کی جہانی ترتیب کو مدد ملے گی۔ نہایت معقول
 و منطقی نتیجہ تو یہ ہے کہ اس امر کا اسے ہرگز خیال ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک غیر مغلوب تحریک
 کے ساتھ کھٹی کو پکڑ کر کھا جانے کے واسطے مجبور ہے۔ یا یہ اسے معلوم ہو گیا ہو کہ کھٹی خوش
 ذائقہ ہوتی ہے۔ لیکن اسکی عام حالت سے ہم نشین کرتے ہیں کہ اس میں دیں کرنے کی
 قابلیت نہیں ہے۔ فرض کرو کہ دنیا کی تمام مکڑیوں میں یہ تحریک پیدا ہو جائے کہ وہ
 مکھیوں کے کھانے سے باز رہیں تو اس جنس کا ظہور دود ہو جائے گا اور وہ معدوم
 ہو جائے گی لیکن انسانی عنکبوت اس سے جداگانہ ہے اس میں دیں کرنے کی قابلیت
 ہوتی ہے اور جب وہ انسانی فدیہ کے پکڑنے کو جال لگاتی ہے تو وہ اندازہ کرتی ہے کہ اس فدیہ

سے کہنے ڈالر حاصل ہونگے۔ ان ڈالر کو بیکر کیا کوئی نیک کام کیا جائیگا۔ اپنے انسانی بھائیوں کی جسمانی و کامگاری میں صرف کیا جائیگا۔ بعض اوقات تو یہ خیال ہوتا ہے لیکن معمولاً ان روپیوں سے اپنے ہی آرام و آسائش کا سامان مٹایا جاتا ہے اور ہوا و ہوس فحشانی و خواہشات حیوانی حاصل کی جاتی ہے۔

گائے و گھوڑے خورد و نوش کے واسطے مجبور ہیں لیکن یہ کسی باقاعدہ مسلسل دلیل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس غیر مطلوب تحریک کا باعث ہے جسکے سبب سے حیوانی دنیا اپنی جسمانی ترقی کی ترقی پر مجبور ہے۔ برخلاف اس کے انسان علاوہ فہم ترتیب جسمانی استعداد و مدارک و روحانی جی رکھتا ہے کیا اس کا پہلا مقصد واردہ یعنی ہے کہ اس زندگی میں ان قوتوں کی ترتیب ہونی چاہتی یا اپنے کو بر غبت حیوانی تحریک طبعی کے مطیع کر دینا چاہتی اور اپنی زندگی کی غرض ارضین چیزوں کے حصول میں مضغ کرنی چاہتے جن کو کہ وہ اپنی جسمانی راحت و مسرت کا باعث یقین کرتا ہے۔ اگر ایک نوجوان شخص سے جو انجام تکملہ کے ساتھ حصول تعلیم کی کوشش کر رہا ہے پوچھا جائے کہ وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے تو شاید پہلے یہی کہے گا کہ وہ اپنے کو اس لائق بنانا چاہتا ہے کہ انسان کی خدمت کر کے اور اتفاقی طور سے معیشت حاصل کرے۔ لیکن کیا یہ ہمارے روزانہ تجربہ و مشاہدہ کا نتیجہ غالب نہیں ہے کہ اس کا خاص مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیاوی قبولیت حاصل کیجائے یا

دولت و ایک عمدہ تمدنی حالت نصیب ہو اور اتفاق طور سے انسانی فائدہ رسانی کا خیال ہوتا ہو۔ مین ناظرین سے اس امر کے یقین کرنے کی التجا کرتا ہوں کہ مین تسلیم و قوت مرکہ کی کم قدری کی کوشش نہیں کرتا بلکہ آپ لوگوں کو جرات دلاتا ہوں کہ اپنی حالت کو جزا ملاحظہ فرماتے اور تعمق سے باعموم انسانی سابق کو غور کیجئے کیونکہ مین صائب نے ایک دفعہ فرمایا ہے مین عرف فتنہ فقد عرف دینہ مختصر یہ کہ اپنی ہی حالت پر غور کرنا نہایت مفید و نفع ہے۔

ان مضامین کا پڑھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ محمدی مذہب اور موت و حیات کے اسرار سے انکو کیا تعلق ہے۔

اول تو یہ کل چیزوں کو اس حکمت کے رو بہ در کرتی ہے جسکو بحجاب اوسط کل تسلیم یافتہ آدمی نہایت عزت و جلال کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کو اکثر لوگ صرف قابلِ عتاب ہی نہیں بلکہ ناقابلِ خطاب سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ انسانی زندگی کے نہایت اہم عقیدہ کو انکشاف سے بالکل قاصر رہی اور اس امر میں اپنی ناقابلیت کے اعتراف پر مجبور ہو کر دوسرے یہ غور کرنے والے آدمی کو اس تحقیق کا ایرا کرتی ہے کہ اس بیش قیمت علم کی تحصیل کے ایسے طریقے ہیں جن کو اس حکمت نے کبھی سنا بھی نہیں جس میں جسم و روح ایک شے ہے اور اخیر مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو ان اصول کا خیال پیدا ہو جائے

جنہر مخموری طریقہ پہنچی ہے۔ پیغمبر صاحب نے موت و حیات کے سب ارکان علم اور انسانی ترتیب کا تجربہ حاصل کر کے نہایت عمدہ و آسان طریق و قواعد مقرر کئے جن کے ذریعہ سے عوام الناس اپنی درجہ کی حقیقت کے علم سے بہرہ یاب ہوں۔ یہ طریقہ اس قابل ہے کہ معمولی فہم کا آدمی بھی اس پر غور کرے اور ایسی دانائی پر مشتمل ہے کہ ایک ذی علم آدمی کے واسطے بھی قابل غور ہے۔

تاریخ کی ایک عظیم الشان و جلیل القدر شبیہ سیرے پیش نظر ہو اور اس کی عظمت و جلالات ایسی ہو جو کسی انسان کے علم میں نہیں گذری وہ ایسا سنجیدہ و صولت آف شخص ہے جسکی ذات سے عظمت و جلالات و جبروت ظاہر ہو رہا ہے اس کے چہرہ سے ربانی الہام کی ضیا متجلی ہوتی ہے جب وہ مدینہ کی ایک چھوٹی مسجد کی محراب میں جبکہ تعمیر میں آدھے ہاتھوں نے بھی اعانت کی ہے پشت کر کے بیٹھتا ہے۔ اس کے چاروں طرف ایسے آدمیوں کی جماعت بیٹھتی ہے جو محبت انگیز توجہ سے اس کے کلام کو سُننے ہیں اور وجدانی عزت و محبت کے ساتھ اسکا نظارہ کرتے ہیں۔ اُس نے اُن کُل دنیاوی چیزوں کو ترک کر دیا جنکو مخلوق غریز رکھتی ہے اور جنکے واسطے تکلیف گوارا کرتی ہے۔ اُس نے اپنے سینے اُن ظالمانہ و بیرحمانہ سلوک کے لئے وقف کر دیا جہاں تک کہ شریر النفس و خود غرض آدمی جو سابقین میں اس کے دوست و قدر دان تھے مرکب ہو سکے

اوسے ایسی تنکینات و صوبات و ناکہ میون کو ہر دہشت کیا کہ اگر کوئی مہمورانی بھی
 ہوتا تو بہت تن چور ہو جاتا لیکن تاہم اوس کے دل میں نہ تو کوئی بغض ہے نہ انتقام کی خواہش ہے
 نہ خود غصہ نہ ہوس ہے اور نہ نفرت ہے اوسکی روح محنت و اشتی سے پر ہے کیونکہ وہ خود بہت
 ربانی نور سے مہمور ہے استقلال و سرگرمی سے وہ اپنے عاجز متقدمین کو زندگی جاوید
 کی سچی راہ بتلاتا ہے اور وہ لوگ توجہ و شکر گزاری کے ساتھ اس صبح اوس کے کھام کو گوش
 کر رہے ہیں کہ اوس کے ہر لفظ دل میں نقش ہوتے جاتے ہیں اور اپنی زندگی کے رہنما
 ہیں اور انکو جمع کرتے جاتے ہیں۔ وہ لوگ اوسکی ہدایت کی حقیقت کے متعلق نہ تو کچھ سوال
 کرتے ہیں اور نہ شبہ کرتے ہیں لیکن درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو وہ راہ دکھلائی جائے
 جس پر ہم ایمان داری اور وفاداری سے طہین ہیانت تک کہ ہم کو جاودانی حقیقت کا بیش بہا
 نور ملجائے۔“

اور یہ جلیل القدر نبی کونسی راہ بتلا رہا ہے۔ اسلام۔ یعنی باری تعالیٰ جو قاری و مراقب
 حاضر و ناظر اور علام الغیوب ہے اُس کے حکم پر راضی برضا رہنا اور وہ خدا جو متنبی و روح
 کو عتیدہ توحید جسم و روح کی تاریکی سے اُس روشنی میں فوراً لیجاتا ہے جو ہر شخص کو واسطے
 بہشت کی رہنمائی کے لئے چمکتی ہے۔ نصرت کے ساتھ راہ بتلادی گئی اگر ان اسکی
 پیروی نہیں کریگا تو وہ ہرگز یہ امید نہیں کر سکتا کہ وہ دنیاوی حدود کے باہر کچھ شاد ہے۔

پانچواں باب

تقدُّد ازواج اور پردہ

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُحْسِنُوا فِي الْبَيْتِ فَأَنْكِحُوا مَا بَابُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِثْلَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ وَتِلْكَ دَرَجَاتُ مَا يُبَيِّنُ
وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْلَمُوا أَهْلَ الْبَيْتِ فَانكِحُوا مَا بَابُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ۚ (پارہ کن سالار سورہ النساء)

منجملہ دیگر الزامات کے ایک الزام مذہبِ اسلام پر جو تقدُّد ازواج کا وہ درجہ عائد کرتے ہیں جو اس طریقے کو مستحسن نہیں۔ بعض اشخاص سے تو یہی غلط فہمی سرزد ہوتی کہ اوصافِ مذہب کے ضروری مسائل میں سے اس کو قیاس کیا۔

میں اس کتاب کے تیسرے باب میں ان جملہ مسائل علی کو تلمیذ کر چکا ہوں جو مشرعاً مذہبِ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں اور جو محمد صاحب کے تعلیم کردہ ہیں۔ تاہم بعض علماء ممالکِ مشرقی میں ایسے ہیں جو اسلام کے باہمی قانون و شرعی دستور کے سبب تجاذب کے ساتھ یہاں آگئے ہیں لیکن انکو جائز طور پر سچے مذہب سے کچھ علاقہ نہیں ہے اور انہیں بین تقدُّد ازواج و پردہ کا طریقہ ہے۔ اس باب کے شروع میں جس آیت قرآنی کا حوالہ دیا گیا ہے اُس سے صرف وہ تقدُّد ازواج ظاہر ہوتی ہے جتنی آدمی کو رکھنی چاہی اور وہ بھی ایسے الفاظ سے مشتمل ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عملاً تقدُّد

ازواج ممنوع ہے۔

لیکن تعداد ازواج کے مسئلہ پر غور کرنے میں ہم کو عرب کی وہ مروجہ متنی حالت جس کو بارہ سو برس گزر چکے ہیں، ہر جگہ محمد صاحب نے تعلیم دی تھی خوب ذہن نشین رکھنی چاہئے ہم کو صرف یہ دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ مشرقی مسلمان فی الحال کیا اعمال کرتے ہیں بلکہ یہ تحقیق کرنی چاہئے کہ حقیقتاً پیغمبر صاحب نے کیا سکھایا ہے جس زمانہ میں انکے اوغلوں سے عربوں کو ہدایت کرنی شروع کی وہ لوگ چھوٹے چھوٹے جنگجو قبیلوں میں منقسم تھے۔ وہ لوگ بالکل وحشی و قزاق تھے اور جب اس اقسام کی افراط و زیادتیاں کے عادی تھے۔ وہ بُت پرست۔ قمار باز۔ میخوار تھے اور جس تعداد تک اونکا جی چاہتا تھا عورتیں رکھتے تھے۔ شادی کا طریقہ تمام تر غیر منضبط تھا۔ ایک عورت سے تاہل کیا جاتا تھا اور پھر بلا لحاظ حقوق وہ نکال دی جاتی تھی۔ وہ تعداد ازواج کی مثل ان بعض اشخاص کے شایق تھے جنکا ذکر انجیل میں کیا گیا ہو۔ ان لوگوں کے طرز عمل کے لحاظ سے ہر شخص فوراً یہ قیاس کر سکتا ہے کہ اگر محمد صاحب غاش بھی کرتے تو ان کے واسطے یہ بالکل ناممکن تھا کہ وہ شادی کا کوئی ایسا طریقہ منضبط کر سکتے جس میں ایک ہی عورت سے تاہل کیا جاتا اور انکا یہ ظاہری مقصد تھا کہ اس وجہ خرابی کو اعتدال پر قائم کریں اور اس طریقہ کو حدود انصاف و امتیاز سے محدود کریں۔ بعض اسماعیلی فاضلین تصور کرتے ہیں کہ محمد صاحب نے

اپنے مقلدین کو تسلیم کیا کہ صرف ایک ہی عورت سے تاجل کرتا بہتر ہو اور بیسویں کا یہ
 قیاس ہو کہ اوخون نے تعدد ازواج کو قطعاً منع کیا۔ بہر کیف تاریخی شہادت کے لحاظ سے
 ایک نہایت مدلل نتیجہ یہ ہے کہ اوخون نے حالات موجودہ کے ساتھ ایسا عمل رائج کیا تاکہ
 بہترین نتائج پیدا ہوں اور آئندہ سادوں کے واسطے کوئی قاعدہ نہیں مقرر کیا بلکہ انکو
 اپنی حالت پر چھوڑ دیا کہ اپنے تمدنی نظم و نسق کے لئے قوانین اسلام کے اخلاقی اصول
 کی مطابقت سے وضع کریں اور تمام مترین حالات سے موافقت کی۔

اوخون نے تمکین کے ساتھ خیال و فصل کی پاکیزگی اونکو تعلیم کی اور انسانیت کے
 حیوانی سمت سے مرتفع ہونے کی کوشش کو سکھایا جو روحانی ترتیب کے واسطے نہایت
 ضروری تھی۔ اس کے سمجھنے کے واسطے کسی غیر معمولی تیز ذہن کی ضرورت نہیں ہے کہ کئی
 تعدد ازواج شوہر کی روزانہ زندگی کے ایک ایسے خیال بالاتر کے ساتھ متعاقب ہو کر
 بجائے اس کے کہ ایک لست ہو باعث برکت ہو سکے۔ ایسے شخص کے واسطے جو پاک
 و معزز و منصف و افضل ترین خلقت ہو کیا یہ قیاس کرنا ناممکن ہے کہ وہ دو تین یا چار
 محکوم عورتوں تک مشروط کر کے بغیر کبھی یہ خیال کئے ہوتے کہ ادنیٰ کی ایک سے
 زیادہ عورتوں کے ساتھ حق شوہری کا خود استفادہ حاصل کرے۔

مسلمانوں میں شادی کا دستور کوئی مذہبی ساہارہ نہیں ہے بلکہ تمدنی ہے۔ اور زوجہ

کے حقوق کی بنیاد پر اور یہ کہ یورپ کی زوجہ کے پورے طور سے سخت و کفالت کی بنیاد پر ہے۔ جس پر روزانہ ایک سو سو روپے روزانہ اقامت مشرقی مسلمانوں کے ساتھ ہی اترتا ہے۔ یہ مجھے صرف ایسے دو قصوں سے واقعات کی نوبت آئی جن کے پاس ایک سے زیادہ ازواج حنین لیکن اکثر ان کی بابت میں نے سنا کہ ان کے صرف ایک ہی زوجہ ہے۔

جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ تعدد ازواج جائز طور پر اسلامی طریقہ کا کوئی جزو نہیں ہے لیکن محمدی قانون کے مطابق ہر شخص کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی حمایت میں چار ازواج تک رکھ سکتا ہے۔ یہ حق اس کو اس خیال کے ساتھ دیا گیا ہے کہ اگر وہ ایک سچی مسلمان ہو تو اس کو ناجائز طور پر استعمال کر کے اپنے تئیں بہائم صفت و ثبات کرگیا میں اس امر کے تسلیم کرنے سے سبکدوش ہوں کہ بحالیہ اوسط یورپ و امریکہ کے عیسائی کو اس حق کے ساتھ تین کر لینا بے خطر ہوگا اور اس سے غالباً ثابت ہوگا کہ یہ اوس کے اور اوس کے فدیوں کے واسطے لعنت ہے۔

اگر ہم تعدد ازواج اور پردہ کے نتائج پر جیسا کہ ممالک مشرقی میں ظاہر کیا گیا ہے غور کریں تو یہ خیال ہم کو ذہن نشین کر لینا چاہیگا کہ حتی الامکان یہاں زنا کاری و شوہری بے اعتباری کا تدارک کیا جاتا ہے۔ لیکن ان توام برائیوں سے مقابلہ کرنے میں سچی گرجا اور ہمارے

قوانین تمام تر بے بس ہیں۔ یہ برائیاں اسلامی ممالک میں کلیتہً ناپید ہیں بجز ان مقامات کے جہاں کہ یورپ کے رسوم و خیالات نے اپنی بنا قایم کر لی ہے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے واسطے سیکڑی جھنجھون نے مشرق میں آنکھ کھل کر قیام کیا ہے اور جن مقامات پر یورپ کے اثر نے اپنا نفوذ کر لیا ہے وہاں جس قسم اقسام کے گناہوں کی امواج نے اصلی عفت و پارسائی کو معدوم کر دیا۔

ہندوستان میں سیمان کسی کا دستیاب کر لینا اگر یہ نکما جاتو کہ ایک مایوسانہ کام تھا تو نہایت درجہ میں مشکل ضرور تھا۔ لیکن برٹش گورنمنٹ نے ایک فیاضانہ تعداد اپنے سالانہ بجٹ میں منضبط کی تاکہ دیسی عورتیں انگریزی سپاہیوں کے واسطے بہم پہنچائی جاتیں۔

اس مسئلہ تعدد و ازدواج کے دو پہلو ہیں لیکن یہ ہمارے ملک کی تمدنی طریقہ کی بدنامی ہے کہ رسم و رواج نے ہم کو ایسا اندھا کر دیا ہے کہ ہم اس کے صرف ایک پہلو کو دیکھ سکتے ہیں۔ امریکہ و یورپ کے کسی بڑے شہر میں میرے ساتھ چلو اور ان برائیوں و بدکاریوں سے بلا تعرض سیلاب کی شہادتوں کو ملاحظہ کرو جو تمدنی عمارت کے ذریعہ سے بلا تحاشا دوڑ رہی ہیں اور جوش زن ہیں۔ میرے ساتھ کسی جگہ رقص و دربار یا مجلس دعوت میں چلو اور ان امیر زادوں کی حیثیت کو جو خدا کی ایک اعلیٰ ترین صنعت

میں سے ہیں۔ دیکھو کہ اس اونیسویں صدی کی تہذیب کے بعد رولج نے انھیں پہلے
 جگہ دی ہے۔ ذی عزت۔ دولت۔ تعلیم یافتہ عیسائیوں کی ازواج اور عصمت آب بیسویں
 دیکھو کہ وہ کس طرح ان اشخاص کی مد نظر ہیں جنکو خون و جوش میں بخارات شراب شعلہ زبہں پہر
 ہیں۔ ہمائی حسن مکان پر صرف خلوت و غمت کے ساتھ دیکھے جانے چاہتے ہیں۔ اخبار
 ہاتھ میں لیکر طلاق کدہست۔ تمدنی اہتمامات۔ اور شوہری آلام کو دیکھو جسے شہر مشہور
 و مستقر ہو رہے ہیں اور تب مجھ سے کہو کہ یہ جو سچی قوانین اور سچی دستور کہے جاتے ہیں
 اچھے ہیں۔ اور ان سب باتوں کا کیا علاج ہے۔ محمدی قوانین و ضوابط اور اسلامی اصول
 میں سچی قوانین و ضوابط کی چند صدی تک آزمائش کی گئی لیکن یہ نامتنازع قس ثابت
 ہوئے۔

پردہ کی دستور کی برائیاں ہم نے بہت کچھ سنی ہیں جس کے سبب سے عورتیں مرد
 مجاہد سے خاج ہو گئیں۔ اور بہت کچھ خیالی گھوڑ دوڑ اسلامی عورتوں کی اس غم انگیز
 حالت پر کی گئی۔ اول تو پردہ کا دستور محمدی طریقہ کا کوئی جزو نہیں ہے بلکہ یہ رسم ہندو
 و مشرئی باشندگان سے اخذ کی گئی ہے جبکہ عمر اسپہ محمد صاحب کی پیش کے بہت قبل سے
 خواجہ جبرج محمد صاحب کی زندگی میں عورتیں آزادی سے جہان اونکا جی چاہتا تھا جاتی
 تھیں اسی طرح خضر کے عہد حکومت میں جی اوصین اختیار رہا اور ہر عورت تمنا ملک

کے کسی حصہ میں چاہے دن ہو یا رات بلا کسی ایشہ توہین و تحقیر کے سفر کر سکتی تھی
پر وہ داری کا خیال قرآن کی آیت مندرجہ ذیل سے قائم ہوا ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ مِمَّا يَتَخَفَتْنَ مِنْ أَهْبَارِهِنَّ مَخْفَضًا مِّنْ دُونِهَا وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا
بِطَافٍ مِّنْهَا وَلْيَضْحَكُنَّ يَخْفَعْنَ عَلَىٰ بُحْتِهِنَّ وَلَا يَسْلَبْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبَعْضِ
أَزْوَاجِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ هُنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ
إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخِيَّتِهِنَّ أَوْ بَنَاتِ أَخِيَّتِهِنَّ أَوْ مَا تَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ خَيْرٌ أُولَئِكَ
أَلَّا يَبْدِينَ مِنَ الرِّجَالِ أَوْ الْبَطْلِ الَّذِينَ لَعْنُطُهُمْ وَأَعْلَىٰ عَنَّا رُتِ النَّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ
بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُؤْنِتُ إِلَى اللَّهِ جَبِئًا أَيْدِي الْمُؤْمِنَاتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (پارہ ۱۸۱ اہل المؤمنین سورہ فود)

اس حکم امتناعی سے یہ مقصود تھا کہ عورتوں کو ترغیبِ بجا سے کہ وہ حجاب کے ساتھ
لباس پہنیں اور یہ مطالب نہیں ہو سکتا کہ وہ گوشہ نشین کر دی جائیں۔ اخیر فقرہ سے
یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں ہیر و دیوں کی حورتیں نخت کے ساتھ اپنے پاؤں
کے زیرِ پٹی کرٹے چھڑوں کو جھنکار ظاہر کرتی تھیں۔ پس اگر وہ خلوت نشین کر دی
گئیں تو فطرتی طور پر انہیں یہ خواہش باقی نہیں رہی کہ وہ اپنے پاؤں کو باہر لے کر
پوشیدہ زبردوں کو ظاہر کریں کیونکہ اُس جھنکار کو بجز اُس شخص کے کوئی دوسرا نہیں

مُن سکتا جس کو زمانہ نیا نہ مین جائے گا جائز مور پر حق ہو۔

موقوفی پردہ کے مسئلہ پر ہندوستان کے ترقی یافتہ مسلمانوں نے سنجیدگی سے غور کیا اور غربِ شرکی و مضر کے بعض حصوں میں اس پر کچھ عمل نہیں کیا جاتا۔

یہ بھی الزام مایہ کیا جاتا ہے کہ مسلمان لوگ عورتوں کو مردوں سے کمتر درجہ میں خیال کرتے ہیں اور یہ تعلیم کرتے ہیں کہ عورتوں میں روح نہیں ہے اور وہ بہشت میں نہیں داخل ہو سکتیں۔ یہ درجہ مساوات پر ایسے لغو بہتان اور پاجبیاء افراہیں جو بالکل جاہل لکھنے والوں کے قلم سے نکلے ہیں۔ فحشی طریق تمدن میں عورتوں کا درجہ بڑھتا اور امریکہ کی عورتوں کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ ہے۔ مجھے قرآن کی صرف اس آیت کا حوالہ دینے کی ضرورت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرد و عورت کس کس طرح سے درجہ مساوات میں آئیں۔

”رَبِّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْمُنِيبِينَ وَالْمُنِيبَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّامِتِينَ وَالصَّامِتَاتِ وَالْخَافِينَ وَالْخَافَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (پارہ ۱۱ ص ۱۱۱)

یہ میری نااملن ہے کہ اس مختصر سال میں عورتوں کی اس حالت پر جو محمدی طریقہ میں ہر
 شے کے وسط کے ساتھ بحث لیجاتے ہیں امید کرتا ہوں کہ غریب کسی مہبوط تصنیف
 میں اس مضمون پر تکمیل و اتمام کے ساتھ بحث کر دینگا اور ظاہر کر دینگا کہ ہمارے ملک میں
 تعدد ازواج اور پردہ کے متعلق جیسی فاش غلط فہمی واقع ہوئی ویسی محمدی طریقے کے
 کسی دوسرے مسئلہ کی بابت نہیں ہوئی۔

حصہ باب

عروجہ اعلاط کا ابطال

قُتِبْنَا بِاللَّهِ وَدُشُونَا وَتَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ
 خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (پارہ قد سمع اللہ سورہ انصاف)

جسطح عیسائیوں میں تعصب مذہبی حرات ہوتی ہے اسی طرح مسلمانوں میں بھی تعصب اور
 مذہبی جوش ہوتا ہے لیکن ہم کو یہ نہیں لازم ہے کہ ان کے افعال کو دیکھ کر ان کے مذہب پر
 کوئی رائے قائم کریں اور بلا تحقیق اور سپر الزام عائد کریں صرف اس وجہ سے کہ وہ لوگ ایسے
 خیالات ظاہر کرتے ہیں جو ہمارے خیالات سے مغایر ہیں اور ایسے افعال کے مرتکب
 ہوتے ہیں جنہیں ہم پر غیظ و غضب طاری ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں میں ۳ فرقے ہیں اور

اور عیسائیوں میں بچپن سے کچھ زیادہ ہیں اور یہ صریحی انصاف کے خلاف ہے اگر ہم کسی مذہبی طریقے پر شخصی یا فرقہ وارانہ کے افعال و خیالات کی مطابقت سے راستہ قائم کریں۔

مثلاً مغربی ملک میں کوئی عیسائی اپنے رُکون کو اس خیال سے قتل کرے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو فدیہ کیا تھا تو کیا کسی مسلمان کا یہ کہنا مناسب ہے کہ انسانی قربانی مسیحی مذہب کا ایک جزو ہے۔ یا اگر دو مسیحی و عظیمیں باہم جھگڑا کریں اور مسلح ہو کر ایک دوسرے کے مار ڈالنے کی تلاش میں پھرین تو کسی مسلمان کا یہ کہنا جائز نہ ہو گا کہ اس قسم کے امور حملہ عیسائیوں سے سرزد ہوا کرتے ہیں۔

عیسائی مصنفین جو کثیر العقائد والذات اسلام پر غائر کرتے ہیں انکی کوئی بنیاد نہیں ہے اور یہ اسی قسم کے اتہامات ہیں سے ہیں جنکا ادھر حوالہ دیا گیا ہے۔ مجھے اپنی تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ بلحاظ تعداد عیسائیوں کو ویسا ہی تعصب و مذہبی جوش ہے جیسا مسلمانوں کو اور بلکہ یہ نسبت مسلمانوں کے عیسائیوں میں درجہ اولیٰ تعصب بہت زیادہ ہے۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ گروہ کا عیسائیوں کی نسبت یہ خیال ہے کہ کیرہ ارض پر یہ ایک کور باطن و متعصب مذہبی جماعت ہے اور پاکیزہ خیال تاریخ دان سمجھتے ہیں کہ اس خیال کے واسطے انکے پاس بہت معقول دلائل ہیں۔

عیسائیوں کی یہ ایک معمولی بات ہے کہ اسلام کو تلوار کا مذہب کہتے ہیں اور اس وقت دنیا میں ہی لوگ ہیں جو ایسا الزام قایم کرتے ہیں۔ خوفشانی کے متعلق جہانگیر نے یقین کرتا ہوں اسلام کو بمقابلہ عیسائیوں کے کوئی وجہ شرمندگی کی نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کا دامن عیسائیوں کے دامن سے زیادہ خون آلود نہیں ہے۔ تیسرے کچھ تاریخ انکو بریش اینڈ کروسیڈ پڑھی ہے۔ جب خلیفہ عمرؓ نے حیرہ وسلم کو ۶۳۷ء میں فتح کیا تو اپنے ہمراہ پڑی ارک سوفروئس کو لیکر شہر کی قدامت پر گفتگو کر رہے تھے۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرایا گیا لیکن جہوقت کہ عیسائی وہاں داخل ہوئے تھے تو اونھوں نے کمسن لڑکوں کے دماغ پاش پاش کر دیے۔ بچوں کو فسیلون پر ٹپک دیا۔ جس عورت کو گرفتار کیا اسکی عصمت میں خلل اندازی کی۔ آدمیوں کو آگ پر رکھ کر کباب بنایا۔ بھڑکوا اس خیال سے چیر ڈالا کہ ادھون نے شاید سونا نہ کھالیا ہو۔ یہودیوں کو اونکے عبادت خانوں میں بھا کر جلادیا۔ مرد عورت اور بچے ملا کر تھرمینا ستر ہزار آدمی ہیرجی سے فوج کئے گئے اور یہ بیان اسلامی مورخین کا نہیں بلکہ مسیحی مورخین کا ہے۔ حضورؐ واجب کی طرح خلیفہ اول نے بھی نہایت تاکید و اصرار سے اپنی خارجی فساد کو حکم دیا کہ وہ عورتوں بچوں اور بوڑھے آدمیوں کے قتل کرنے و ایذا رسانی سے باز رہیں زراعت و میوہ دار و درختوں کو پامال و برباد نہ کریں اور تلوار کو فوراً نیام

بیت المقدس کو کہتے ہیں ۱۶ ہزار مرد شہزادی ۵۰ ہزار مسلمان ہیں درمیان پر دشت کی عیسائی میں بقیہ یہودی غیر ہیں ہزار آدمی سالانہ اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ (دس ترجمہ)

میں رکھ لیں چاہتے جبکہ شہر فتح ہو جاتے ہو۔ برہمچاری جو اورمہ بنی کی ہمیشہ تاکید ہی جس زمانہ میں انگلستان کا شیر دل بادشاہ چرچرڈ سلطان صلاح الدین سے سامان کے خلاف جنگ کر رہا تھا اتفاقاً بخار میں مبتلا ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اوس کے واسطے ہفت اونٹوں پر بار کر کے بھیج دیا کہ جس حرارت سے اوس کی جان معرض ہلاکت میں آوے اُس میں تسکین ہو۔ چرچرڈ سلطان کا جانی دشمن تھا لیکن جب اوس نے سنا کہ چرچرڈ ہشت میل ہی اوسکی دشمنی کو بالکل فراموش کر دیا اور ایسا برتاؤ کیا جو ایک بہادر سپاہی دوسرے سپاہی سے کرتا ہو۔

جب مجھ صاحب بعد فتح کہ اُس شہر میں داخل ہوئے تو کسی مرد عورت لڑکے کو نہ قتل کیا اور نہ بدسلوکی کی اور نہ کوئی مکان غارت کیا گیا باوجودیکہ یہ وہی شہر تھا جہاں آپ کے ساتھ نہایت شرمناک برتاؤ کیا گیا تھا اور وہاں کے باشندوں نے بڑی بیرحمی سے اپنے جبر و ظلم کیا تھا۔ اونٹوں نے موقع پا کر انتقام کیوں نہیں لیا۔ اوسکے دل میں بغض و انتقام کا ایک ذرا بھی خیال نہیں تھا۔ وہ پیغمبر تھے اور محبت و رحمت باری العالی

۱۱۹۱ء ہندی دہلی کا بیٹا تھا ۱۱۹۱ء میں تخت پر بیٹھا۔ ۱۱۹۱ء میں سلطان صلاح الدین سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بہت بد حال ہوا۔ مگر یوں پوچھ ڈھوک آئی اسٹرائے قید کر کے ہندی شہر کے پاس بھیج دی گئی۔ اسکو پانچ بجیر رکھا۔ لیکن اسکی رعایا نے کچھ روپیہ بطور معاوضہ دیکر چھڑا لیا اور ۱۱۹۱ء میں دوبارہ تخت نشین کیا۔ ۱۱۹۱ء وفات ۱۱۹۱ء میں وفات کی وفات کے بعد مہر کا بادشاہ ہو گیا۔ ستمبر ۱۱۹۱ء میں بہت زاریاں کیں ۱۱۹۱ء میں فیضان کو جبر و ظلم کی گزافاں بڑی شکست دی۔ نہایت دلیر و بہادر تھا ۱۱۹۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۱۹۲ء میں فوت ہوا۔

میز رکھتے تھے۔ دونوں واقعات خوفناک و حسرتناک ہیں لیکن مجھے اسکا پورا اثر نہیں کہ خباثت و خونخواری اور وحشیانہ پن کی بابت مسلمان لوگ نسبت مسلمانوں کے بہت کم جواب دہ ہیں۔ کیا حلیم و منکسر النفس مسیح کی ہدایت اور طرز سے عبادیوں کو پوری اجازت حاصل تھی کہ وہ جا کر ان لوگوں کو قتل کریں جنکے عقائد مسیحی نہ تھے۔ البتہ اب وہ لوگ ایسا نہیں کرتے لیکن اوجہ سے نہیں کہ بعض اس کو پسند نہیں کرتے (لیکن اس کو پسند نہیں کرتے) بلکہ اس سبب سے کہ خیالات عامہ تبدیل ہو گئے ہیں اور اب یہ بات آسان نہیں ہے کہ اسی جوش و بے تمیزی اور وحشیانہ پن کے ساتھ کوئی شخص کسی مذہب کا توہم دیدہ بنایا جائے گو وہ خود کیسے ہی صادق سے کیوں نہ اعتقاد رکھتا ہو۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ محمد صاحب نے نہ کبھی اس امر کی تعلیم و ہدایت کی اور نہ پسند کیا کہ اشاعت اسلام بذریعہ تلوار کیجائی بلکہ اوغون نے نہایت سختی سے ظلم و تعدی اور قتل کی ممانعت کی۔ میں تم سے سچے واقعات بیان کرتا ہوں جنکی صداقت ایسے ایماندار اور غیر متعصب شخص سے ہو سکتی ہے جو بلا طرفہ داری ان معاملات میں تحقیق کی تکمیل کرارا کرے۔

اس موقع پر ان الزامات کے جواب کی کوشش فضول ہے جو متعصب اور جاہل عیسائی مذہب اسلام پر عاید کرتے ہیں لیکن میں صرف ایک کے متعلق بیان کروں گا۔ یہ کہا جاتا ہے

کہ مسلمانوں میں تحمل نہیں ہے۔ ایک عیسائی مذہب ذیل عبارت چیمبرس انسائیکلو پیڈیا میں رقمطراز ہے۔ ”آہین میں اسلامی حکومت کا یہ ایک یاد نگار واقعہ قابلِ تذکرہ ہے جس کے سبب سے تازمانہ موجودہ اُس ملک کے معاشرین و مورخین حکمرانوں کے ساتھ ادنیٰ مطابقتِ عمدگی سے ہوتی ہے اور یہ اونکا مذہبی معاملات میں عموماً تحمل ہے۔“ یہ لکھنے والا عیسائی ہے اور اُس کے اوپر اسلام کی طرف ذاری کا الزام لگانا مشکل ہے۔

گاڈ فری گنس اونیورسٹی صدی کا عیسائی ہے اور وہ بھی حسبِ ذیل عبارت لکھتا ہے۔ ”عیسائیوں میں اس سے زیادہ کوئی عام بات نہیں ہے کہ وہ اسلام پر یقیناً مذہبی حرارت اور حیرت افزا اعتقاد و فکر کا الزام عائد کرتے ہیں۔ لیکن وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے آہین سے قوم تارکو کو اس وجہ سے نکال دیا کہ وہ لوگ عیسائی نہیں ہوتے اور وہ کون تھے جنہوں نے ملکو اور پیرو کے لاکھوں آدمیوں کو قتل کیا اور غلام بنایا اس سبب کہ وہ عیسائی نہ تھے اور مسلمانوں نے یونان میں کیا کیا مستعد و صدی تک عیسائیوں کو اونکے مملوکات پر بہ اطمینان قابض رہنے دیا اور ان کے مذہب۔ پیشوایانِ مذہب۔ واعظین و مجتہدین سے کچھ بھی قرض نہیں کیا۔ اور یونان و ترکی میں جو جنگ ہوئی تھی وہ اُس سے زیادہ مذہبی نہ تھی جو انگریزوں اور ڈھرار کے حبشیوں سے ہوئی تھی۔ خلفائے نبوی جبر فتح حاصل کی تو اگر ملک

مفتوحہ کے باشندگان نے مذہب اسلام قبول کر لیا تو وہ قوم فاتح کے ساتھ درجہ مساوی میں شامل ہو گئے۔“

ایک ناقص لیکن نکر مذہب اسلام بھی سارا سن کے متعلق کتاب کی کہ اوضوں نے کسی شخص پر جبر و ظلم نہیں کیا یہودی اور عیسائی آپس میں خوشی و خرمی کے ساتھ رہتے تھے۔
ہائس کا بیان ہے کہ تاریخ خلفائے کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جو بدنامی میں انکو برائے کی رسوائی کے نصف بھی ہو کیونکہ ایسی ایک بھی مثال کہیں مندرج نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے مذہبی خیالات کے سبب سے جلا یا گیا ہو یا اوس امن کے زمانہ میں اسوجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اوس نے دین اسلام نہیں قبول کیا۔“

لیکن ایک عیسائی کتاب کی کہ ”صد ہا سال پیشتر جو حالت رہی ہو مگر اب عیسائی متعصب پر جوش نہیں ہیں“ کیا وہ ایسے نہیں ہیں ؟ جزائر فلپین جہاں کی آبادی سات ملین ہے اور جو تین سو برس سے عیسائی آپس کی حکومت میں ہے جا کر بحرِ ظریفہ رومن کیتھولک کے کسی دوسرے طریق مذہب کی ہدایت کرو تو دیکھو کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آتا ہے۔ روئے زمین پر کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے جو مسیحی و عظیمین کے داخل ہونے سے انکار کرے یا اونکی حفاظت میں پہلو تہی کرے۔ میں برس ہوتے کہ لڑنا

۱۔ ابرہہ بن سعد بن رومن کیتھولک چرچ نے ایک ایسا حکم قائم کیا تھا جس میں بعد تحقیقات ان لوگوں کو سخت سزا دی جانی تھی جو فرقہ رومن کیتھولک کے مخالف تھے۔

کے دو شخص جزائر فلیپین کے دارالسنّت میلان میں انجیل بیچنے کے واسطے گئے تھے
ایک شخص تو پہونچنے کے تین ہفتے بعد مر گیا جسکی نسبت بعض مذہب میں نے کہا کہ بون
کیٹھالک و انٹین کے اغوا سے اس کو زہر دیا گیا اور دوسرا شخص گرفتار کر کے اس جرم میں
قید کیا گیا کہ وہ ملکی مذہب کے خلاف وعظ کرتا تھا اور بعد میں گورنمنٹ اسپن کے حکم
سے سنٹا پور بھیجا گیا۔ اس واقعہ کو صرف تین برس گزرے ہیں۔ چند مہینے ہوئے
کہ چین سے بد مذہب کے سات و انٹین اپنے ملک والوں کی تحریک سے میلان میں
اس خیال سے گئے کہ ان کو بد مذہب کی اشاعت کی اجازت ملے گی لیکن وہ لوگ
گرفتار کئے گئے اور جرنالے ہوئے اور چین کو واپس کر دئے گئے۔ صد ہا شہادین پیش
کیجاستی ہیں جسے الزام تعصب کی تمام تر بے بنیاد ثابت ہوتی ہے اور حقیقتاً اصول
مذہب اسلام تعصب سے بالکل ناجائز ہیں نہ کوئی مسلمان اسکا لازم ہو سکتا ہے اور نہ کوئی
اس کو جائز رکھتا ہے۔

ظالمی اور مذکورہ بنائے کی اجازت قرآن نہیں دیتا اسلام کے مذہبی و تمدنی قوانین
ذونون اسکے بالکل مخالف ہیں ولا تقربوا الزنی اللہ کان فاحشاً و ساء سبیلاً
(پارہ ۱۵ ج ۱ سورۃ اسرہ ۱۷)

حمید راہو دکن کے فاضل مولوی چراغ علی اپنی کتاب میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں

”قرآن پر یہ غلط اہم کیا جاتا ہے کہ وہ جہاد کے قید یاں قسم ذکر کو غلام بنانے کی اجازت دیتا ہے اور قسم انات کو فاتح کی ہم نوا کی واسطے جائز کرتا ہے۔ جبکہ دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہیں کہ میدان جنگ میں قیدی عورتیں مدخلہ بنائی جاتی ہیں۔ قرآن میں کوئی آیت ان بیانات کی تائید میں نہیں ہے۔ سر ولیم میور اپنی تصنیف لائف آف محمد میں کسی آیت قرآنی کا حوالہ نہ دیکے جس سے قیدیوں جہاد کے غلام بنانے یا عورتوں کے مدخلہ کرنے کا جواز ثابت ہوتا۔ اور جنگ ایسی متذکرہ تصنیف خود میں مذکور ہی مثال اس کے متعلق بیان کی۔“

قرآن نے غلامی کی موقوفی کے بہت سے طریقے منضبط کئے اور اخلاقی۔ قانونی۔ مذہبی و ملکی صیغوں میں بھی اسکی موقوفی کی تدبیریں شامل کیں۔ اخلاقی طریقہ میں غلام کی آزادی کی بابت ظاہر کیا گیا کہ یہ ایک ایسا ناداری اور خرابی کا فعل ہے۔ قانوناً یہ حکم دیا گیا کہ اگر وہ زرمعاوضہ دینا منظور کریں تو آزاد کئے جائیں۔ انکے واسطے یہ بھی طریقہ رکھا گیا کہ قتل انسان کے قصاص اور استعمال طلاق ناجائز کے کفارہ میں آزاد کئے جائیں۔ مذہبی طرز پر انکے لئے یہ قاعدہ ہے کہ اگر سہواً جھوٹا حلف ادا کیا گیا تو اس کے کفارہ میں غلام آزاد کرنا چاہئے یہ تدبیریں تھیں جو موجودہ غلامی کی موقوفی کے واسطے کی گئیں۔ جنگ کے قیدیوں کے واسطے سیتا لیسویں سورۃ کی پانچویں آیت

میں صریح حکم امتناعی موجود ہے کہ باتوا کو موسیقی دینا سب سے زیادہ معاف نہ لیکر رکھ کر دیکھ جائیں۔ خدا کو قتل کرنا چاہیے نہ غلام بنانا چاہیے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ اس مختصر رسالہ میں اس مضمون پر خوب شج و بسط کے ساتھ بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور میں نہایت باری کے متعلق بالاختصار خارج فرمائی کر رہا ہوں۔ میں اپنی مکمل تصنیف محمدی مایہ رفت میں جو عقرب شائع ہوئی ہے ان مضامین پر نہایت توسیع و تکمیل کے ساتھ بحث کروں گا۔

یہ بالعموم مسند امر ہے کہ کوئی پکا مسلمان کبھی عرق منشی استعمال نہیں کرے گا اور بخاری ایک ایسی گناہ ہے جس سے صاحبان اسلام بالکل ناواقف ہیں۔ مشرق میں وہ مسلمان بخاری جو انگریزی لباس سے اپنے جسم کو آراستہ کرتے ہیں اور جنھوں نے دیگر انگریزی بدکاریاں حاصل کر لی ہیں لیکن جو لوگ کہ دیسی پوشاک پہنتے ہیں وہ کبھی شراب کو من نہیں کرتے۔ قرآن میں شراب خوری کی قطعاً ممانعت ہے اور عام طور پر یہ فعل دہشت و نفرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔

بیانات سند کرہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ سچے مذہب اسلام کا اصل اصول ہے کہ خدا کی مرضی پر رضی رہنا چاہیے۔ اور اس کا ستون نمازی ہے۔ یہ عموماً کے ساتھ اخوت۔ محبت۔ خیر اندیشی سکھاتا ہے اور خیالات کی پاکیزگی احوال و افعال کی رستی اور

بدرجہ نہایت جسمانی طہارت کا خواستگار ہے۔ علم انسانی میں یہ نہایت آسان و متفع
 جراتی مذہب ہے۔ اس میں نہ تو تنخواہ دار خضیب ہیں۔ نہ وقت طلب روم ہیں۔ نہ قایم مقام
 کفارہ ہے۔ اور نہ یہ اپنے عقائد میں کو اوسکے گناہوں کی جوابدہی سے بری الذمہ کرتا ہے
 یہ صرف ایک خدا کو پہچانتا ہے جو کل اشیا کا خالق ہے اور ایسی ربانی حقیقت ہے جس کا اطلو
 تمامی موجودات میں ہے۔ وہ قادر مطلق۔ علام الصیوب۔ حاضر و ناظر اور حکمران عالم ہے
 صاحبان اسلام صدق دل سے اوی کی عبادت کرتے ہیں اور اوی کے سامنے
 ایک سطح پر اخوت و مساوات کے درجہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ مراض مسلمان جو
 ہمارے پاک نبی کی سچی تعلیمات کے عارفانہ خیال تک پہنچ گیا ہے اس مذہب پر
 قایم رہتا ہے اور اس کو اپنی ہستی کا ایک عظیم الشان اصول گردانتا ہے یہ اوی
 روزانہ آمد و رفت میں اوس کے ساتھ ہے اور وہ اپنے حوائج یا دنیاوی امور میں کبھی
 ایسا مصروف نہیں ہو سکتا کہ نماز کے وقت مقررہ پران امور کو ملتوی نہ کرے اور
 خدا کے رو بہ اپنے قلب کو حاضر نہ کرے۔ اوی کی محبت۔ اوی کا رنج۔ اوی کی امید
 اوی کا خوف گویا اوس کے کل جذبات اوس میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ
 رات کو سونے کے لئے جاتا ہے تو یہ اوی کا آخری خیال ہوتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے
 تو موزن کی آواز سے یہی پہلا خیال اوی کے دل میں پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ مکرر

ساتواں باب

محاربات اسلامی بغرض حفاظت خود اختیار

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْقَهُوْا نَفْسَهُمْ وَلَا تَعْلُدُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَفْعَلُ شَيْئًا

(سورہ البقرہ پارہ سبقت)

اسلام کی نسبت بالکل ناجائز و نامناسب طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ تلوار کا مذہب ہے عیسائیوں کا یہ معمولی مغولہ ہے کہ پیغمبر صاحبِ جبڑائی پر جلتے تھے تو ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی تھی اور دوسرے میں قرآن باوجودیکہ یہ بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے کبھی کسی لڑائی میں پیش دستی نہیں کی۔ پس اونکی حیرت انگیز تلوار کی نسبت جو قصے بیان کئے جلتے ہیں وہ محض افسانے ہیں۔ رومے زمین پر سچی لوگ باقی ہیں جو کسی دوسرے مذہب کے مقلدین پر خونریزی و بیرحمی کا الزام عائد کرتے ہیں حالانکہ یہ سلسلہ امر ہے کہ تاریخ میں بجز یہی مذہب کے کسی دوسرے مذہب کا بیان ایسی ہیبت انگیز خونخواری کے ساتھ مندرج نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ الزام عائد ہو چکا ہے اور بالعموم یقین کیا جاتا ہے۔ لہذا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ بغض و اقصاء کو نمایاں کروں جس سے اس الزام

کی بے بنیادی ظاہر ہو اور اسلامی تاریخ کا ایک ایسا نقشہ پیش کروں جو ناظرین کی نگاہوں میں جاوید ہو۔

ام رین صاحب فاضل مصنف سرگشت مسیح کا اپنی تصنیف مسالینیس اسیر میں جو بمقام لندن حال میں شائع ہوئی ہے محمد صاحب کی وضع کے شعلوں ایک ایسا خیال ظاہر کرتا ہے جو دیگر مسیحی مصنفین سے بالکل مختلف ہے وہ لکھتا ہے۔

”محمد صاحب کی وضع اُن عادات و صفات کو بالکل غلط ثابت کرتی ہے جو معمولاً اُن سے منسوب کی جاتی ہیں یعنی یہ کہ وہ اُلو الخرم و دلیر تھے۔ وہ عاداتاً کمزور و غیر مستقل تھے اور مشکل سے اپنی راسے پر بھروسہ کرتے تھے یقیناً وہ عام طور پر بزدلی کے ساتھ پیش قدمی کرتے تھے اور تغیر با ہمیشہ اپنے بھراہویوں کے جوش کو روکتے تھے۔“

رین صاحب اصلیت واقعہ تک پہنچے لیکن ادنیٰ نے نتیجہ نکالنے میں غلطی کی جو ادنیٰ نے اس کو محمد صاحب کی کمزوری اور غیر استقلال پر محمول کیا کہ وہ حملہ میں سخت کی جرات نہیں دلاتے تھے۔ محمد صاحب جنگ میں کبھی پیش دستی نہیں کرتے تھے اور تا وقتیکہ اپنے مقابلین کی جانوں کا بچا ہوا ضروری نہیں سمجھ لیتے تھے استعمال اسلحہ کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور انکا قلب خدا کی محبت و انسانی ہمدردی سے معمور تھا اور وہ اس و انتقام کے خیالات کی گنجائش ہی نہ تھی۔ یہ بخوبی ظاہر ہو چکا ہے کہ ہم

ممکن ہوا اودھون نے نہایت سرگرمی سے اپنے مقلدین کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہمنمون کی ایذا رسالی سے باز رہیں اور اونپر جبر کرنے سے احتراز کریں۔

حیدر آباد دکن کے مولوی چراغ علی صاحب نے جو مشرق میں ایک بڑے عالم و فاضل ہیں اسکو حسب اطمینان ثابت کر دیا کہ محمد صاحب کی لڑائیاں ایذا رسان نہ تھیں اور اُنھوں نے کبھی کسی طریقہ سے ظلم اور تعدی کے ساتھ اسلام میں مزید نہیں طیار کئے۔

میں اُن چند واقعات کا بلا لحاظ لفظی حوالہ کے انتخاب کرتا ہوں جنکو مولوی صاحب مذکور العہد نے قلم بند کئے ہیں۔

محمد صاحب اور انکے رفقاء نے جو سخت مظالم مکہ میں اپنے شہریوں قبیلہ قریش کے ہاتھوں سے اُنکو کُل مورخین تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن سے جسکی نسبت کہنا چاہئے کہ یہ اُس زمانہ کی یادداشت ہے جو وقت میں کہ محمد صاحب اور انکے مقلدین سے دشمنی کی گئی تھی۔ اس واقعہ کی کافی تصدیق ہوتی ہے۔ اُسوقت کے مسلمانوں کے ساتھ بوجہ انحراف بت پرستی اور قبول کر لینے محمد صاحب کی تعلیم و سنت کے صرف ظلم نہیں کیا جاتا تھا بلکہ انکے ساتھ انواع و اقسام کے مظالم اور بد سلوکیاں ہوتی تھیں تاکہ وہ لوگ اُس مذہب کی طرف عود کریں جس کو اودھون نے

ترک کر دیا ہے۔

تکلیف اور صعوبت جو رستم کو برداشت کرتے کرتے وہ چند مواقع پر مجبور ہوئے کہ اپنے ٹھون سے بھاگ جائیں اور اپنے تمامی خاندان و جاہ و اد کو غلامان کے ہاتھ میں چھوڑ دیں اور خون نے اسی راہ کو اختیار کیا بقا بلکہ اس کے کتب پرستی کی طرف بازگشت کریں۔ وہ نہایت مضبوطی سے اس برحق خدا پر قائم رہے جس پر عقائد و عقبات کے واسطے اونکے نبی نے ہدایت کی تھی۔ یہ کل واقعات قرآن کی آیات مندرجہ ذیل سے بوضیح ثابت ہوتے ہیں۔ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبْلُوَنَّهُمْ فِي شَأْنٍ حَسَنَةٍ وَلَا تَجْرُ الْأَخِرَةُ الْأَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَكَلَّمُونَ (یاد رہے سورۃ نحل)

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبْلُوَنَّهُمْ فِي شَأْنٍ حَسَنَةٍ وَلَا تَجْرُ الْأَخِرَةُ الْأَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَكَلَّمُونَ (سورۃ نحل)

سات آیات اور بھی ہیں جو صراحتاً مسلمانوں کی مطلوبی پر دلالت کرتے ہیں۔ پیغمبر نے ہذا اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے انواع و اقسام کی ذلتیں اور نقصانات برداشت کئے۔ چند بار وہ نماز گزاری سے روکے گئے اور پر لوگوں نے قہقارے اور

نیک ڈال انہیں کے عمامہ سے اونچی گردن باندھ کر کعبہ سے باہر نکال دیا۔
 اوخون نے یہ سب تھیر نہایت عاجزی کے ساتھ گوارا کی۔ وہ روزانہ اپنے متحذین کو
 دیکھتے تھے کہ ان کے ساتھ ظلم و بدسلوکیاں کیا جاتی ہیں کیونکہ اس وقت میں ان لوگوں
 کے محفوظ رکھنے کی قدرت انہیں نہ تھی ان کے چپاکی موت کے بعد ان کے قتل کر نیکی
 کوشش کی گئی لیکن وہ کہ بھاگ جانے سے محفوظ رہے۔

وَادْعُهُمْ بِالَّذِي نَبِئْتُمْ كَفَرُوا إِلَيْنَا نَبِئْتُكُمْ أُولَئِكَ تَلَوُاْ آوْحُيَ جَوَازُكَ وَدَعَاكُمْ وَنَبِئْتُمْ
 اللَّهُ دَعَا اللَّهَ صَاحِبِ الْمَآكِزِ ۝ (داعا حملوا - سورہ الانفال)

حالیہ اعرین کے قبیلہ قریش نے پروان اسلام پر ظلم شروع کیا گیارہ آدمی بعض نہیں
 معاہدے خاندان کے ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اگرچہ نہایت سرگرمی سے اون کا تعاقب کیا
 گیا لیکن ان لوگوں نے حجر احمر کو عبور کر کے شادابی سینا کے دربار میں جا کر پناہ لی۔
 مظلوم مسلمانوں کی یہ اپنی ہجرت تھی۔ قریشوں نے اپنا ظلم ثابت جاری رکھا اور
 ایک جماعت مسلمانوں کی ابی سینا میں جا کر سکونت گزین ہوئی۔ قریشیوں نے
 ابی سینا کے دربار میں ایک ایچی بھیجا تاکہ اون فراریوں کو واپس بلا کر سزا دی جائے
 لیکن بادشاہ نے ان لوگوں کے دینے سے انکار کیا۔ دو برس بعد قریشیوں نے

۱۔ عرب افریقہ کے درمیان حد فاصل پر۔ طول چودہ ہزار میل۔ عرض دو سو تیس میل۔
 ۲۔ عربیہ اے کہ جو حبش کہتے ہیں یہ ملک پہلے پرتگال دانوں کو معلوم ہوا۔ اس ملک میں اپریل سے یکم
 ستمبر تک بارش ہوتی ہے۔ ۱۲

ایک معاذانہ سازش کی کہ مسلمانوں اور ان کے معاونین کے ساتھ جملہ تعلقات منقطع کر دئے جائیں اور ان لوگوں کو تحلیفِ تعدی کے ساتھ شہرِ حنوپور نے پھوپھو کر کیا۔ تین برس تک ان لوگوں نے معہ پیغمبرِ صاحبِ قبیاء بنی ہاشم کے ابوطالب کے مکان میں اپنے کو محصور رکھا جہاں فوقاً و بخون نے غذا کی قلت سے تکلیف برداشت کی۔ اس عہد نامہ افغانی پر نہایت سرگرمی سے عمل درآمد ہوا اور تھوڑے دن تک ان لوگوں کے ساتھ دنیاوی کاروبار سے بالکل قطع تعلق کر لیا گیا۔ اُس ملکی و تمدنی فرمان کی یہ شرطیں تھیں کہ متذکرہ بالا مسلمانوں سے رسمِ تیرویج نہ رکھی جائے نہ اون سے خرید و فروخت کی جائے گویا کہ ان کے ساتھ کلیۃً جملہ تعلقات منقطع کر دئے جائیں اور منبرکِ مینے میں جبکہ سب لوگ مذہبی طور پر ظلم و تعدی سے احتراز کرتے تھے محمد صاحبِ اپنے گوشہٴ عزلت سے باہر نکلتے تھے اور بہ شمولِ حجاج مکہ و مان جا کر ترکِ بُت پرستی اور عبادتِ خدا سے واحد و برحق کی تلقین و ہدایت کرتے تھے۔

شیب ابوطالب کو ہ ابوقیس کی چٹان کے نیچے تھا اور ایک پوشیدہ دروازہ تھا جو مسلمانوں کو بیرونی مقام سے علیحدہ کتے ہوتے تھا۔ و ان ان لوگوں کو وہ محلِ کمال برداشت کرنی پڑی جو ایک محصور فوج کو ہوتی ہے۔ شہر کے بیرونی لوگ اوس کے اندر نیم جان بچوں کی آواز سنتے تھے لیکن اگر وہ خواہش بھی کرتے تو اونچی ہو کر نئے سے

مجبور تھے۔ ایک ٹرٹ تو یہ تکلیف اور دوسری طرف وہ ظلم کو یا یہ دونوں حالتیں تقریباً تین برس تک جاری رہیں کہ قبایہ خرمش کے پنج سرداروں نے اُس سازش سے عروج ہو کر حمزہ نامہ سابق سے پیمان شکنی کی اور قبیہ سلوان کو روک لیا۔ یہ سون سال حنا جھوٹ کہ محمد صاحب نے ہدایت شریعت کی تھی۔

اسی اثنار میں محمد صاحب کے معزز و محافظ چچا ابو طالب نے انتقال کیا جس کے سبب سے پھر وہ مصیبت میں پڑ گئے اور مظالم ابوسفیان ابو جہل کے آماجگاہ ہو گئے۔ اُس باغی شہر میں انکی تعداد بہت کم تھی اور یہ لوگ کسی طرح دانگے سرداروں سے ہم سہی نہیں کر سکتے تھے۔ اس نکتہ چینی کے زمانہ میں محمد صاحب نے یا تو کہ میں رہنا نامناسب خیال کیا یا اس اسید سے کہ کسی دوسری جگہ انکی رسالت کی زیادہ تر مقبولیت ہوگی طائف کو چلے گئے جو بنی تھخ کا ایک قصبہ اور بت پرستی کا ایک قلعہ جو دمان ایک سنگی مورت آلات نامی گران قیمت لباس اور بیش بہا جواہرات سے آراستہ و پیراستہ رکھی ہوئی تھی اور اس کی پرستش اس طریقے سے کی جاتی تھی کہ گویا خدا کی لڑکیوں میں سے وہ ایک لڑکی تھی۔ یہاں پیغمبر صاحب نے ان لوگوں کو ہدایت شروع کی جو گوش ناشنوار کھتے تھے اور نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ دمان کے خاص لوگ انکے ساتھ تصنیف و تزیین سے پیش آتے اور چہ یہ امر عام الناس میں پھیل گیا۔ یہ اُس قصبہ سے انواع و اقسام کی ذلتوں کے ساتھ

نکال دے گئے۔ نہایت سختی سے انکی زد و کوب ہوئی اور مجروح کئے گئے یہ سوت
 کار میں واپس نہ آ سکے جب تک عی شہابام کے سردار معتم نے انکی حفاظت نہیں کی۔
 سالانہ حج میں پیش کرنے والوں کے ایک چھوٹی جماعت جو مدینہ سے آتی تھی محمد صاحب کی
 ہدایت کی طرف راغب ہوئی اور اسلام قبول کیا اس سال میں انکی تعداد میں بارہ تک ختم
 ہوا۔ من بعد ان لوگوں نے محمد صاحب سے ملاقات کر کے فرمانبرداری کا حلف اٹھایا
 اور ایک ہدایت کنندہ۔۔۔ مدینہ جانے کے واسطے مقرر کیا گیا جان یہ جدید مذہب ایک
 حیرت انگیز تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ جب حج کا دوسرا موقع آیا تو مدینہ کے شرفور میں
 نے ضمانت کی کہ وہ لوگ محمد صاحب کی پیشوائی اور حفاظت اپنی جان و مال کو کر کے
 یہ سب کارروائی خفیہ طور پر کی گئی۔ لیکن جب قریش نے سنا تو اودھون نے اپنے نظام
 میں زیادتی کے ساتھ سختی شروع کی یہاں تک کہ بعض مسلمان قید کئے گئے۔
 محمد صاحب کو قریشوں کے تعصب سے سخت تکلیف ہوئی اور یہ دیکھ کر کہ ان لوگوں نے
 مستقل ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے قبیلہ میں سچے مذہب کی ہدایت ہم کو نکرے دین اپنی آیت
 و حفاظت کے واسطے دوسری سرزمین سے اسید وار ہوتے۔ اودھون نے ہاندا
 مدینہ سے اپنی آمد و حفاظت کی خواستگاری کی اور ان لوگوں نے وعدہ کیا کہ جتن
 ہم لوگ اپنے عیال و اطفال کی حفاظت کرتے ہیں اوسے طرح انکو بھی محفوظ رکھیں گے

یہ ضروری ہو کر اُس وقت کے حالات مروجہ کو نہایت ختم و احتیاط سے پیش نظر رکھنا
 چاہئے کیونکہ ان واقعات سے مسلمانوں کی اخیر کارروائیوں کی بخوبی تصحیح ہو جائیگا
 مدینہ کے مسلمانوں پر جنگی افعال، وجود کی ضرورت، رسانہ تھے فرشیوں کو مشتبہ
 اور جتنے لوگ کہہ میں تھے انکو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ ایک نو مسلم کے
 ساتھ جو آفتاباؤ کے ہاتھ آگیا نہایت برحیمی سے پیش آئے اور ظالمانہ کارروائی
 پھر نہایت شدت سے شروع ہو گئی۔

سیر ولیم مور اپنی کتاب لائف آف حمزہ میں حسب ذیل عبارت لکھے ہیں۔
 ”مسلمان مدینہ کی امداد اور ارادہ جلاوطنی کے مشبہ نے فرشیوں کے غضب کو
 اور بھی مشتعل کر دیا اور اس ظلم کا نتیجہ ہوا کہ مسلمان لوگ مجبور ہوئے کہ وہ محمد صا
 سے جلاوطنی کی اجازت حاصل کریں۔ دو وجوہ باہم تضاد واقع ہو گئے۔ نظام
 قریش کے سبب سے تو مسلمانوں کو ہجرت کی تعمیل تھی اور ہجرت سے فرشیوں کی
 برحیمی میں زیادہ تر اشتعال پیدا ہوتا تھا۔“

مقتدرین کی ہجرت کے دو مہینے قبل (ہجرت ان لوگوں کے جو مشیر ہو گئے تھے یا
 غلامی سے آزادی نہ حاصل کر سکے اور بچوں و عورتوں کے) متعدد قبائل و خاندان
 کے لیے بار و گیسے خفیہ طور سے ہجرت گزین و جلاوطن ہو گئے یہاں تک کہ شہر کے دیوار

محلے بالکل ویران ہو گئے۔ قریشوں نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور اس میں صنائے غیر مستحق حفاظت قانونی ٹھہرایا۔ وہ اپنے وفادار دوست و مقلد ابوبکر کے ساتھ شہر سے بھاگے اور قریشوں نے ان کا تعاقب کیا اور یہ اعلان کیا کہ اگر وہ گرفتار ہو گئے تو فوراً قتل کئے جائیں گے وہ مع ابوبکر کے تین دن تک غار میں چھپے رہے اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف کوچ کیا۔

باوجود محمد صاحب کی ہجرت اور ان کے مقلدین کی جلاوطنی کے قریشوں کا بغض و عناد ان لوگوں کے ساتھ زیادہ ہی ہوتا گیا۔ بعض مسلمان جو اپنے اہل عیال کو مجبوراً مکہ میں چھوڑ گئے تھے اور وہ لوگ جو مسلم تھے اور بوجہ علالت و ضعف کے تارک الوطن ہوئے کے قابل نہ تھے ان کے ساتھ بھی نہایت بیدردی و بیرحمی سے بدسلوکیاں کی گئیں۔ وہ لوگ اپنے مکانون سے باہر کوچن مین نکال دئے گئے۔ مکہ والوں نے مملکت مدینہ پر چند بار تورش کی اور قبل اس کے کہ مسلمانوں کے ساتھ کوئی جنگ واقع ہو وہ لوگ اس مصمم ارادہ سے رُائی پر تیار ہوئے کہ مسلمانوں کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہتے۔ ان کُل امور کا فطرتی و ناگزیر نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان حفاظت خود اختیار ہی کر لیں۔ غرض سے سامانِ حرب کی جانب رجوع ہونے پر مجبور ہوئے۔

مولوی چراغ علی صاحب رنظر ازہیں۔ ”مسلمانوں کے لئے کافی وجوہ تھے

کہ وہ ایذا رسان کارروائی اختیار کرے کیونکہ وہ اپنے اہل غیاں و نیز ان لوگوں کی حفاظت کے خواستگار تھے جو اُن کے ساتھ مکہ والوں کے ظلم و تشدد کے سبب سے ہجرت کر کے لایق نہ تھے مگر ان اوروں نے کسی موقع پر اپنے کو اپنی فساد نہیں ثابت کیا آوارہ و خائمان براہو کر چلی ان لوگوں نے اسوقت تک آلات حرب کی طرف رجوع نہیں کیا جب تک کہ حفاظت خود اختیار ہی کے واسطے کفایتیہ مجبور نہیں ہوتے۔

اسوقت میں ان دونوں فریق کے درمیان فلتس پیدا کرنے والا اور معاملات کا پیچیدہ بنانے والا ایک دوسرا آلہ بھی تھا یعنی مبالغہ آمیز قسے متعلق بہ ارادہ قریش مکہ سے مدینہ پہنچتے تھے اور اسی طرح سے مکہ والوں کو ستواتر مدینہ کے مسلمانوں کی افواہی خبریں ملتی تھیں کہ وہ لوگ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چونکہ قریشی مسلمانوں کی قلیل تعداد سے واقف تھے اسوجہ سے انکا غیظ و غضب اور بھی زیادہ ہوتا تھا لیکن اگر بغیر حجت کے مقلدین کی تعداد بکثرت ہوتی تو یہ امر نہ ہوتا۔

محمد صاحب اور ان کے مقلدین کی یہ خواہش نہیں تھی کہ جنگ کی تیاری کیجاتے وہ صلح کو کل چیزوں پر مقدم رکھتے تھے وہ اپنے لئے اور اپنے ارادہ مندوں کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ فعل و عمل کی پوری آزادی رہے اور نہ ہی اعمال و ہدایت میں ان کے ساتھ کوئی مداخلت کیجاتے۔ مکہ والوں نے اس سے انکار کیا اور تب انہوں نے

اپنے مسلمان کو صلاح دی کہ وہ لوگ شہر کو چھوڑ دیں اور کوئی دوسری جگہ امن کی
 تلاش کریں ہجرت کے بعد قریشی کی عداوت محمد صاحب اور ان کے مقلدین سے بہ نسبت پہلے
 کے زیادہ ہو گئی۔ قرص ابو جہار جو قرقان قریش کا سردار تھا ایک مرتبہ مدینہ والوں کے
 اونٹوں پر جبکہ وہ میدان میں شہر سے چند میل کے فاصلہ پر چر رہے تھے حملہ آور ہوا اور یہاں
 اسی قسم کے متعدد ہنگامے ان لوگوں نے کئے لیکن مسلمانوں کی طرف سے اس وقت تک اپنے
 فوائد کے انتقام و حفاظت کی کوئی کوشش نہیں کی گئی جب تک کہ قریشیوں نے ۹۵۰
 سپاہیوں کی فوج ہمراہ لیکر جسمیں بن سوشتر سوار اور نواہپ سوار تھے کہ سے کوچ کر کے
 جانب مدینہ پیش قدمی نہیں کی اور مدینہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ لوگ حجاز مسلمانوں کے
 قتل کے واسطے آتے ہیں۔ لحاظ اندکی سابق کی ظالمانہ کارروائیوں کے یہ قصہ ممکن الوقوع
 معلوم ہوا اور تین سو پانچ آدمی ان کی پیش قدمی کے انداد کے واسطے روانہ کئے گئے دونوں
 فوجوں کا مقام بدر مکہ سے نو منزل کے فاصلہ پر مقابلہ ہوا اور ایک مختصر لیکن خوفناک
 جنگ ہوئی جس میں قریشیوں نے شکست کھائی۔ دونوں فریق کے درمیان پہ پہلی لڑائی تھی
 اسکے پہلے محمد صاحب اپنے مقلدین کو مجبور کرتے رہے کہ وہ لوگ اہلیانِ مکہ کی جانوں
 کو تحمل سے برداشت کریں اور ان کی ایذا رسائی سے باز رہیں۔ لیکن جب قریشیوں نے سوچا
 سپاہیوں کی فوج کے ساتھ مدینہ کی جانب کوچ کرتے نظر آتے تو اس موقع پر دو سوال پیدا

دوسرے گئے۔ یا تو مخالفت خود اختیار ہی کی جاتے یا قتل ہونا منظور کیا جاتے اور انھوں نے
 اول انکار کو اختیار کیا اور یہ بتیں کیا کہ خدا نے انکی قبیل جماعت کو دشمنوں پر فتحیابی کی قوت
 عطا کی۔ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں کو یہ امید ہوئی کہ مکہ والوں کو شکست دینے سے
 اب حوڑے دن تک امن کے ساتھ بسر ہوگی لیکن ابوسفیانؓ جو قریشیوں کا سردار تھا وہ تو
 سوار لیکر اتفاقی رنگا گمانی طور پر حملہ کر کے انکی زراعت و باغات کو جو شہر سے جانب شمال
 مشرق واقع تھے پامال و برباد کر دیا اور محمد صاحب مدینہ والوں کو اندیشہ و پریشانی میں ڈال دیا۔
 سلیم و عطفان کے خانہ بدوش طاغیوں نے جو قریشیوں کے ہم نسل تھے غالباً انکی تحریک سے
 یکم سے کم ابوسفیان کی دیکھا دیکھی دوسری جمع ہو کر مدینہ پر غارت گمان حملہ کیا اور یہ
 حرکت انکی حادثات قزاقی کے بالکل مطابق تھی۔

دوسری مرتبہ قریشیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے واسطے بڑی تیاریاں کیں اور جنگ بدر
 کے ایک سال بعد وہ لوگ تیس ہزار فوج کے جہین سات سو زرد پوش سپاہی اور دو سو غنہ
 سوار تھے شہر مدینہ کی جانب کوچ کیا۔ مدینہ پہنچنے سے پہلے ان لوگوں نے ایک بیچ
 اور سرسبز میدان میں جو احد کے جانب مغرب واقع ہے اپنے خیمے نصب کئے۔ مسلمانوں نے
 سات سو سپاہیوں اور دو سو سواروں کے ہمراہ جمع ہوا اور شکست دی۔ یہ شکست انکی
 لئے امید سے زیادہ باعث مصیبت ثابت ہوئی کیونکہ بدوئوں کی ایک کثیر تعداد انکی دشمنی پر

آلودہ ہو گئی۔ بنی اسدہ ایک طاقتور قبیلہ قریش کے ساتھ نجد میں شام ہو گیا اور حوالی مکہ کے بنی طیآن مدینہ پر حملہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ بہت سے محمدی و اخطین جو ہدایتِ اصول مذہب اسلام کے واسطے باہر گئے ہوئے تھے قتل کئے گئے۔ و سہ کے گردہ قزاقان نے بھی شہر پر حملہ کی دھمکی دی اور بنی مطلق نے قریش کے مجوزہ حملہ میں شریک ہونے کے واسطے فوج تیار کی۔

ابوسفیان نے جبکہ میدانِ احد سے واپس جا رہا تھا مسلمانوں کو ایک جدید حملہ کی تحریف کی اور عمر سے کہا کہ ہم لوگ بدر میں پھر لٹیکے ایک سال گزرنے دو گئے۔ قریشوں نے موسمِ سرما آئندہ لڑائی کے واسطے پسند کیا اور بدون کی فوج ملا کر دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھون نے مسلمانوں سے مقابلہ کے واسطے مدینہ کی جانب کوچ کیا۔ اور اُس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے شہر کے چاروں طرف خندق کھود کر اس کی حفاظت کی اور اسی میں اپنی مورچہ بندی کی۔ اور وقت میں ابوسفیان کو قبیلہ قریزہ کے یہودیوں کے بہکانے میں کامیابی ہوئی کہ وہ لوگ محمد صاحب کی اطاعت سے منکر ہو جائیں اور اسطرح سے گویا اسے مسلمانوں کی قوت کو کمزور کیا۔ قریشوں نے ایک مجموعی حملہ کیا اور ہزیمت کھائی۔ ناقص موسم شروع ہو گیا اور مکہ والے بہت مار گئے۔ اسوجہ سے ابوسفیان نے اون لوگوں کو مکہ واپس جانے کا حکم دیا۔ یہ اخیر

لڑائی مسلمانوں اور فریشوں کے درمیان ہوئی۔

مکر سے بچنے ہوئے محمد صاحب کو چھ برس گزر گئے تھے اور اس عرصہ میں نہ تو اوصوں نے اور نہ ان کے مقلدین نے کعبہ کی زیارت کی جو اس وقت میں بھی ایک متبرک معبد سمجھا جاتا تھا۔ اور نہ وہ لوگ سالانہ حج میں شریک ہوئے تھے جو ان کی تمدنی و مذہبی زندگی کا ایک جزو اعظم تھا۔ پس اوصوں نے یہ قطعی ارادہ کیا کہ ذیقعدہ کے مہینے میں مکہ جاکر چھوٹا حج کیا جائے کیونکہ اس مہینے میں ملک عرب میں جنگ نا جائز تھی۔

پندرہ سو دیندار و صالح عبادت گزاروں کو لیکر وہ مکہ روانہ ہوئے۔ اور بحر اس سلو کے جو مسافروں کے واسطے ضروری ہی یعنی تلوار نیا م کردہ اور کچھ اُن لوگوں کے پاس نہ تھا۔ قریشی حاجیوں کی آہستہ اور ان کے مقصد کی بابت غلط فہمی کر کے معہ اپنے رفیقوں و گرد و نواح کے قبیلوں کے فوراً مسلح ہو گئے اور سفر کرنے والی جماعت کی عزت کو روانہ ہوئے۔ اُن لوگوں سے ہر سہ ماہ میں ملاقات ہوتی اور اصل غرض ظاہر ہوتی اور ایک صلحنامہ باتفاق راستے فریقین مرتب کیا گیا کہ دس برس تک جملہ محتاجات ملوثی کی جائے۔ ہر فریق نے ذمہ داری کی کہ اس عرصہ میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رہیں گے۔ جو شخص مسلمانوں کی شرکت چاہے اس کو اس کام کی پوری آزادی حاصل ہے۔ عہد نامہ کی مندرجہ ذیل شرائط اور بھی تھیں۔

”اگر کوئی شخص بلا اجازت اپنے ولی کے محمد صاحب کے پاس جاتے تو وہ اس کو دلی
 کے پاس واپس بھیج دین۔ لیکن اگر کوئی شخص محمد صاحب کے مقلدین میں سے قریش کے پاس
 جاتے تو وہ واپس نکلیا جاتے گا۔ محمد صاحب اور ان کے مقلدین اس سال واپس جا رہے
 اور ہمارے شہر میں داخل نہوں۔ آئندہ سال میں وہ مع اپنے مقلدین کے تین دن
 تک مکہ کی زیارت کر سکتے ہیں جبکہ ہم لوگ دمان سے واپس ہو جائیں گے۔ لیکن وہ لوگ
 دمان سے ایلو کے نہیں داخل ہو سکتے بجز اسکے کہ جو مسافروں کو ضروری ہو یعنی زیار
 کردہ تلوار“ یہ عہد نامہ اس وقت تک قائم رہا جب تک قریشوں نے پیمان شکنی نہیں کی
 اور چار مسلمانوں کو قریب سے قتل نہیں کر ڈالا۔ محمد صاحب نے جو جمعیت واعظین بھیجی اسکے
 بالکل کاغی ہوئی کیونکہ جو لوگ اُس میں شامل ہوئے وہ قتل کئے گئے۔ ایک جماعت
 بنی سلیم کے پاس اشاعتِ عقائد اسلام کے واسطے بھیجی گئی اور وہ قتل کی گئی اور چالی
 اُس گروہ کا بھی ہوا جو بنی لیف کے پاس بھیجا گیا۔ ایک گروہ فدک کی جانب بھیجا
 گیا اور بنی قریظہ نے ان لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ دوسری جماعت ذاتِ عطا کی
 طرف دعوتِ اسلام کے واسطے بھیجی گئی اور میں ہر شخص قتل کر ڈالا گیا صرف ایک آدمی
 نے بھاگ کر جان بچائی۔ چونکہ ان جرائم کی کوئی سزا نہیں دی گئی اسوجہ سے قریشوں کو
 عہد نامہ سے انحراف کی زیادہ ترجیحات ہو گئی۔ ہجرت کے آٹھویں سال میں محمد صاحب

اُن لوگوں کے مقابلے اور مظلوم بنی خرد کی مخالفت کے واسطے وکے والوں سے بچی
 عہد شکنی کا جواب لینے کی غرض سے کچ کیا۔ ریشیون نے مسلمانوں کو اتنے دیکھ کر
 ذرا شہر اونکے حوالے کر دیا۔ مگر صاحب اسلامی فوج کے سردار بنکر کہ میں داخل ہوتے
 یہ امر قابلِ یادداشت ہے کہ نہ تو ایک قطرہ خون کا گرا یا گیا نہ کوئی مکان ٹٹا گیا اور نہ کوئی
 عورت بے حرمت کی گئی۔ باوجودیکہ یہ وہی شہر خا جہان محمد صاحب پر نہایت برحی
 سے ظلم کیا گیا تھا اور وہ بے خانمان و مفلس بنا کر ایک فراری کی طرح نکال دے
 گئے تھے اگر انکو انتقام کی خواہش ہوتی تو یہ موقع بہت اچھا تھا لیکن تاریخ سے
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے حلیہ غم کرنے والے اور برادرانہ محبت رکھنے والے تھے
 کہ جسدِ اہلِ ایمان مکہ اونکے مقصد میں شامل ہو گئے۔ اس طرح وہ علیٰ طور پر مکہ و مدینہ
 دونوں کے حکمران ہونے لگے لیکن انھوں نے مدینہ میں ریکارڈ جاری رکھی۔

واقعات متذکرۃ بالا سے خبرِ محبت کی تصدیق مسیحی مؤرخین بھی اسی طرح کرتے ہیں جیسا کہ
 مسلمان مؤرخین نے ادا ہے ہذا ہرگز کہ ریشیون کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائیاں محض اپنی
 حفاظت کے واسطے نہیں در آنچا ایک اہلِ اکر نہ۔ مگر کفر نہ تھے۔

گہن لکھتا ہے۔ "قدرت کے قانون میں ہر شخص اپنی ذات و ملکیت کی حفاظت کا حق ہے۔"

یہ اور ڈکٹور۔ ایک شہر و سرحد میں ہے۔ آکسفورڈ کے میڈیکل کالج میں تعلیم اپنی تھی۔ اس نے اسی
 رومن کیتھولک جم کا عقیدہ اختیار کیا لیکن اُردو میں بدھ پرور منت ہو گیا۔ کرک۔ فریج اور لٹن۔ یہ تین زبانیں آج
 نہایت قابلیت سے حاصل ہیں۔ عقولان شاہ ہیں ایک اور کمال کی لڑکی سے اس کا تعلق ہوا۔ لیکن والدین کی بڑا فریاد
 کے بہتے شادی ہوئی۔ لیکن نے پھر اپنی شادی نہیں کی۔ یہ عین اس کے مشہور تاریخ ادوار و متنزل روم کا پہلا
 حصہ شائع ہوا اور میں بعد بقیہ جتنی مشہور ہے۔ ولادت ۱۸۴۷ء وفات ۱۹۰۷ء۔ (میں ہمت جہا)

اسلحہ رکھتا ہو۔ اپنے دشمنوں کو دفع کر سکتا ہو یا انکی تقدی کا بدلہ لے سکتا ہو اور اپنے انتقام و معاوضہ کو ایک مناسب حد تک وسیع کر سکتا ہو۔ عربوں کی آزاد سوسائٹی میں رعایا اور شہریوں کے فرائض نے ایک کمزور فراغت کی اور محترم صاحب کو ان کے ہوطنوں کی ناقصی نے اسوقت میں محروم و جلاوطن کیا جسوقت میں کہ وہ اپنے خیر اندیش و صلح آمیز رسالت کا عملدرآمد کر رہے تھے۔“

گبن نے اپنے اصول کے مطابق جو نتیجہ مستخرج کیا ہے یقیناً اس کو ہر شخص تسلیم کر لے گا۔ ابتدا میں مسلمانوں کو مکہ میں نہ تو آزادی حاصل تھی اور نہ انکو امن ملتا تھا۔ وہ مذہبی آزادی سے بھی محروم کئے گئے باوجودیکہ وہ لوگ اپنی جماعت کے مسکین و مسکینہ اشخاص تھے علاوہ اس کے وہ اپنے مسکن سے خارج کئے گئے اور بعض مواقع پر انھوں نے اپنے عیال و بچہ کو ظالموں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا۔ مکہ میں اُن سے باز رکھے گئے۔ متبرک معبود میں داخل ہونے سے ممنوع کئے گئے مدینہ تک انکا تعاقب ہوا جہاں اہالیانِ مکہ نے ان پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ قریشیوں کا جبر و ظلم مذہبی بنیاد پر تھا۔ وہ معتقدین کو اسکی اجازت نہیں دینی چاہتے تھے کہ وہ لوگ اپنے ابا و اجداد کے مذہب سے انکار کریں اور اسلام قبول کریں۔ انہیں ایسی سختی و سبیداری سے تعصب تھا کہ انھوں نے بعض فوہمقائین کو اذیت و عتاب میں رکھا تا کہ ان لوگوں کو پھر مرتد دین

ہونے پر مجبور کریں۔

مسلمانوں کو باہمی حق حاصل تھا کہ وہ مکہ و انون کے مظلوم و اقصیٰ انہ ذکر کریں اور اسلحہ کے ذریعہ سے اپنے کو برقرار رکھیں تاکہ انکو مذہبی آزادی حاصل ہو جائے اور ان کے مذہب کے ارکان ادا کر سکیں۔

جیسا کہ بعض متعصب کا ذہن مصنفین سے نکلا ہے اسکی کوئی مثال اسلامی تاریخ پر بزمانہ حیات محمد صاحب نہیں ملتی کہ مسلمان انتقام کے واسطے لڑے ہوں یا اپنے مذہب کو بزدل شمشیر رائج کرنا چاہا ہو کسی کاروان کو جو مدینہ کی سمت سے گذرا ہو توبہ لیا ہو۔ مسلمانوں کو اس جہ سے لڑنے کی اجازت دی گئی کہ ان سے مقابلہ کیا جاتا تھا اور پہلے اونپر حملہ ہوتا تھا۔ اونپر تشدد کیا گیا تھا اور بلا کسی جابر سبب کے جلا وطن کر دیے گئے تھے۔ مدینہ کے لوگ صرف محمد صاحب کی حفاظت کے ضامن ہوتے تھے کہ انکو دشمنوں کے حملے سے محفوظ رکھیں گے اور یہ خیال بالکل حملہ پر کہ مدینہ و انون نے انکو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ فرشتوں کے ان کاروانوں کو جا کر غارت کریں جو مدینہ کے سمت سے گزر رہے۔

سرسید احمد خان بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی رقمطراز ہیں۔ ”یہ بیان کہ تلوار منکرین اسلام کے دستے ناگزیر سزا تھی ان الزامات میں سے ایک بڑا الزام ہے جو بالکل باطل ہے۔“

طور سے دیگر:۔ اہل اس مذہب پر عائد کرتے ہیں اور یہ بیان الزام لگانے
 والوں کی تمام تر جہالت سے پیدا ہوتا ہے۔ اسلام جن امور کی ہدایت کرتا ہے اور نیکے واسطے
 قلبی اور صدق دل سے اعتقاد چاہتا ہے اور وہ ایسا خالص عقیدہ ہوتا ہے جو بظلم تشدد
 نہیں حاصل ہو سکتا۔ صاحب امتیاز ناظرین کو اس امر کے غور کرنے میں ناکامی نہ ہوگی
 کہ یہ الزام اسلامی مذہب کے اصول وادی سے تمام تر مخالف ہے۔ کیونکہ حتی الامکان ایک
 واضح عبارت میں اسکی تصریح کی گئی ہے۔ *لا الہ الا اللہ فی الدین* قلبین الرشید من اپنے
 جس اصول پر حضرت موسیٰ کو تلوار کے استعمال کی اجازت دی گئی تھی کہ بلا استثنائی
 شخص احد کل مشرکین و لمحیدین نیت و نابود کر دے جائیں اور اسکی مطابقت کسی طرح اسلام
 کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ مجھ ہی لوگوں نے اس واسطے تلوار نہیں پکڑی تھی کہ لمحیدین و مشرکین
 کو قتل کریں یا نوک شمشیر سے لوگوں کو مسلمان ہونے پر مجبور کریں۔ بلکہ اس واسطے تلوار
 ہاتھ میں لی تھی کہ جاودانی حقیقت اور خدا کی وحدانیت کو تمامی کُرہ ارض پر شائع کریں۔
 اسلام میں یہ بہت عمدہ اور نہایت قابل تحسین فعل ہے کہ اُس خدا کے واحد کے وجود کی
 جو نظروں سے نہان ہو ہدایت و اشاعت کریں۔ یہ نہایت مشکل سے امید کی جاسکتی
 تھی کہ لمحیدین کے ملکوں میں اُن مسلمانوں کی حفاظت کا کوئی کافی بندوبست ہو سکیگا
 جو عبادت خدائے واحد کی علانیہ طور پر تعلیم و ہدایت و ترغیب دیتے ہیں۔ اور تب اس

وقت تلوار کی جانب توجہ مبذول کی جاتی تھی تاکہ اسلامی قوت کی ترجیح قائم رہے اور ان مسلمانوں کے واسطے حفظ و امن برقرار رہے جو اپنے خوشگوار مذہب کے اصول کی ہدایت کے واسطے منتخب کئے جاتے اور یہ لوگ آرام سے ان ملکوں میں رہتی بات کے ساتھ بسر کریں کہ ان کے طرز زندگی اور اطوار سے منکرین سبق حاصل کریں تاکہ مسلمان امن سے زندگی بسر کریں اور صرف برحق خدائے واحد کی عبادت کا طریقہ تقسیم کریں مندرجہ ذیل میں صورتوں میں سے ایک صورت سے حاصل ہو سکتا تھا۔ اول تو یہ کہ تبدیلی مذہب کا اختیار ہو۔ دوسرے یہ کہ عہد و پیمان کے ذریعے سے امن و امان قائم رہے اور تیسری صورت فتح کے ذریعہ سے تھی۔ پس جدوت اور مظلوبہ حاصل ہو جا یا فوراً تو انبیاء میں رکھ لی جاتی تھی اگر امن و آسائش اخیر کے کسی طریق مذکورہ بالا سے قائم ہو جاتی تھی تو کوئی فریق ایک دوسرے کے مذہبی امور میں دست اندازی نہیں کرتا تھا اور ہر شخص کو اپنے جملہ مذہبی آئین و رسوم کے ادا کرنے کی گودہ کسی قسم کے ہون بلا کسی قدر کے آزادی تھی۔“

جو لوگ یہ یقین کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے بیرحمی سنگدلی اور تعصب سے خونریزی کی اونکو چاہیے کہ محمد صاحب اور ان کے خلفاء کے زمانہ میں عرب کے حالات عروج پر غور کریں اور تامل کے ساتھ ان تاریخی واقعات پر جو صحیح و معتبر ہیں اور محمد صاحب

اونکے مقلدین کے قییم کردہ وضع کے مطابق ہن خوش کریں۔

تھامس کو رلائیں اپنی کتاب میں نہایت وضاحت سے مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔
 قوم عرب کے واسطے اسلام کا ظہور ایسا تھا کہ گویا ظلمت میں ایک شعلہ متجلی ہو گیا۔

ایک عرب پہنے آئی کے ذریعے سے زندہ ہوا۔ ایک بے حقیقت قوم شبان جو ظلمت
 دنیا سے بیکار آسوت تک بیا باؤن میں آوارہ گرد پھرتی تھی اور کسی کو اس کی جانب توجہ

نہ تھی۔ اونکے پاس ایک بہادر پیغمبر ایک ایسے پیغام کے ساتھ بھیجا گیا جس پر ان لوگوں
 نے اعتقاد کیا۔ دیکھو وہی قوم جس کی طرف کسی کو بھی توجہ نہ تھی اب تمام دنیا کی نگاہیں

اسی کی جانب میں دہی چھوٹی قوم ترقی کر کے عظیم الشان ہو گئی ہے۔ ملک عرب ایک
 میں گرنیڈا تک ہے اور دوسری سمت میں دہلی تک وہ اپنی عظمت و جلالت کی جھلک

دکھلا رہا ہے۔ ملک عرب مدت دراز سے اپنی روشنی تمامی قطعہ دنیا میں پھیل رہا ہے عقائد
 میں ایک جان بخش قوت ہوتی ہے قومی تاریخ اس قدر جلد بار آور و روح افزا ہو جاتی ہے

جس قدر جلد وہ عقائد کر لیتی ہے۔ وہ اعجابی۔ وجوہ محمد اور صرف ایک صدی۔ کیا
 یہ مثل ایسی چنگاری کے نہیں ہے جو زمین پر گر کے بالکل خاک سیاہ و ناقابل لحاظ ہو جاتی ہے

۱۸۴۵ء - ۱۸۴۸ء - انیسویں صدی میں ایک مشہور معروف مصنف گذرا ہے۔ پیدائش بمقام اسکاتلینڈ ۱۸۴۵ء بموت
 ۱۸۴۸ء۔ گرنیڈا اسپین کے دکن جانب ایک شہر ہے۔ آٹھویں صدی میں اہل بنیاد ہوئی اور تیرہویں صدی میں
 یہ دارالسننت قرار پایا اور وقت میں یہ ایسا وسیع اور دولت مند شہر بنا کہ اس کی مردم شماری چار لاکھ کی تھی۔

لیکن داد دیکھو اس چنگاری نے اپنے میں بارود کی ذریت پیدا کی۔ آسمان کی
بلندی تک مشتعل ہو گئی اور دہلی سے گرنیہ تک پھیل گئی۔
جان ڈبونیورٹ ایک دوسرا عیسائی رقمطراز ہے۔

”یہ ان لوگوں کی ایک ہیبت ناک فحش ہے جھون نے خیل کر لیا ہر یا ایک خیال
کرتے ہیں کہ جو مذہب قرآن نے سکھلایا اس کی اشاعت محض تنوار سے کی گئی کیونکہ غیر
مستحب اشخاص اسکو قور اسلیم کر لینگے کہ محمد صاحب کے مذہب میں انسان قربانی کے
قصاص میں نماز و زکوٰۃ قایم کی گئی اور بعض عناد و دہائی خادات کے نفع ران
و تمدنی نیکیاں جاری کی گئیں جسکے سبب سے تہذیب و شائستگی پر بہت بڑا اثر مرتب
ہوا اور جو شرق و دنیا کے واسطے ایک حقیقی برکت کا باعث تھا پس اسکو ان خوشخو
ذریعوں کی جنکو حضرت موسیٰ نے بیدردی و بے احتیاطی کے ساتھ استیصال
بت پرستی کے واسطے استعمال کئے کچھ ضرورت نہ تھی۔

پس یہ کیسی فضول و مہمل بات ہے کہ محض بے فائدہ طعن گستاخانہ و بیان جاہلانہ
ان زبردست ذریعوں پر کئے جائیں جنکو یہ قدرت نے بوساطت سلسلہ زمانہ دراز
نوع انسان کے خیالات اور اصول مذہب پر اثر پہنچانے کے واسطے قایم کیا ہے
اگر بانی مذہب کی ذاتی حالت نے صرف طریق مذہب پر اسکی غیر معمولی ترقی و عروج

کی مناسبت سے لحاظ کیا جاتے تو اس میں بہت زیادہ پچھی ہوگی اور کسی قسم کا شہ نہ ہوگا
 لیکن جن لوگوں نے محمدی اور مسیحی حسن و قبح کو یہ تقابل تحقیق کیا ہے اور سمجھ لیا ہے اور ^{فہم}
 سے شاد و نادر ایسے ہیں جو اس جانچ پر مال کے بعد کسی وقت میں متحیر و شوش نہ ہوئے
 ہوں اور صرف اسی امر کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کہ محمدی مذہب بہت سے سود مند
 و دشمنانہ مقاصد پر مبنی ہو بلکہ اسکے بھی معترف ہوئے کہ وہ اپنی ایجاد میں ایک
 مختتم سبیل رفاہ و بہبود کی ہے۔

اٹھواں باب

امرِ مکہ کی اسلامی انجمن

اقْرَأْ وَذُرْكَ اَلَا كُنْمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ
 لَظٰغِي ۝ اَنْ رَّآهٗ اسْتَغْنٰ ۝ (پارہ ۱۷۷، سورۃ علق ۹۷)

اس قدر غلط اظہار میں متعلقہ خیرات مسلمانانِ شرقی برائے رواج طریقِ اسلامی
 بمقام امرِ مکہ مشتمل ہو چکی ہیں کہ اب ان مقاصد کا بہ نسبت سابق کے زیادہ تر
 تفصیل کے ساتھ بیان کرنا لا بد ہوا۔

اور کیہ کی اسلامی انجمن محض تعلیمی ہے اگرچہ اسلامی و غنّین بسبب ادنیٰ ضرورت ہوگی بیان اگر ملک کے مختلف حصّوں میں وعظ کسین گے۔ لیکن سیر دست متفقہ کوششوں کا یہ کام ہوگا کہ ذہنی فہم گروہوں کو بتلایا جاتے کہ محمد صاحب کون اور کیا تھے اور انھوں نے حقیقتاً کیا ہدایت کی۔ اور کذب غلطی کی وہ عمارت جس کو متعصب جاہل مضنّین صد ہا سال سے اسلام کے برخلاف استادمہ و تعمیر کر رہے ہیں مسمار کی جاتے۔ اس کوشش کی عظمت کو اس حقیقت کے ساتھ کوئی شخص نہیں سمجھتا جتنی کہ میرے نزدیک ہے لیکن مجھے اور کیہ والوں کی فراست و انصاف سے پورا بھر دوسہ ہے اور انکی اس خواہش سے بخوبی اطمینان ہے کہ وہ ہر ایک ایسے دعویٰ کی طرف صفائی اور بلا طرداری کے اتفات کرتے ہیں جو انکے سامنے ٹھیک طور پر پیش کیا جاتے۔

اسکے متعلق پہلی کارروائی یہ ہوگی کہ ایک ہفتہ وار اخبار کا بندوبست کیا جائے جس میں اسلامی اصول و قواعد اور اس کے متعلق مباحثہ با تصریح مندرج کئے جائیں اور دنیا کے کل حصّوں کی مختلف خبریں و مضامین مسلمانوں کے مذاق کے مطابق شائع ہوں۔ اس اخبار سے یہ امید کی جاتی ہے کہ یہ ہمارے ملک کے ذہنی طبع گروہ اور اسلامی دنیا کے درمیان مواصلات پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہوگا۔ اس پر

میں ہندوستان مصر اور ترکی کے فاضل آدمیوں کے مضامین شائع ہونگے اور عربی و فارسی۔ اردو۔ گجراتی تصنیفات کے ترجمے مندرج ہونگے جو تک انگریزی میں موجود نہیں ہیں اور اس کا اصلی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے عربی فارسی علوم کی تحصیل کا شوق ہوگا اور اس سے مغربی دنیا کو اسلامی تاریخ و اسلامی قوانین سے زیادہ تر علم کی سے واقفیت ہوگی بہ نسبت اسکے کہ کسی دوسرے طریقے سے یہ معلومات حاصل کی جاتی۔

علاوہ اس اخبار کے ایک لکچر روم اور کتب خانہ قائم کیا جائیگا جہاں شاہین آزادی سے اسلامی علوم کی تحصیل اور ان فاضل مولویوں سے گفتگو کر سکے ہیں جنکی نیویارک میں آنے کی ہب گست یا ستمبر تک ہو۔ کتابوں کی اشاعت کا ایک کارخانہ جاری کیا جائے گا جہاں سے اسلامی کتابیں اور رسالے شائع ہونگے۔ یہ تحریک مشرق میں بہت دنوں تک معرض غور میں رہی اور یہ اوسى کامل غور و خوض کا نتیجہ ہے۔ گرجا کی عیسائیت کا نظام و صریحی ادوار اور امریکہ کے بڑے شہروں کے دانشمند و ترقی کرنے والے لوگوں کا اس طریقے سے پرگشتہ ہونا اس یقین کی جواز دلاتا ہے کہ وہ زمانہ آگیا جس میں حق مذہب کی اشاعت نصف کرہ شرقی سے لے کر نصف کرہ غربی تک کی جائے۔ اس مذہب کا اس قدر اشاعت پذیر ہونا تصور ہے

شروع ہوا ہے۔ پانچ برس سے کم ہوئے کہ اس نے انگلستان میں برقی
ترقی شروع کی اور یورپ میں ایک تیسرے جماعت مسلمان کی پیدائش۔ اب
اس شہر میں ایک مسجد اسلامی مدرسہ و بورڈنگ ہاؤس ہے۔

اس میں شبہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ امریکہ میں اسکی ترقی بہت
انگلستان کے زیادہ تیزی سے ہوگی۔ انجمن اسلامیہ امریکہ کے موجد اور اس میں
ابتداء سے بہتر و کمال و پستی حاصل کرنے والے مدینہ کے حاجی عبداللہ عرب ہیں
یہ ایک دولت مند سوداگر ہیں اور انکا کاروبار تجارت جدہ۔ یمنی۔ کلکتہ اور سنگاپور
میں ہے اور یہ اپنے مذہبی امور میں بہت کچھ مصروف رہتے ہیں۔ یہ انسانیت کے
ایک اعلیٰ نمونہ اور زندہ تمثیل ہیں۔ مجھے ایسے آدمیوں سے ملنے کا بہت کمال
ہوا۔ یہ ممکن ہے کہ آئندہ دولت مند اور اپنے کاروبار میں مستحق ہو اور باوجود اس کے
مثل معصوم بچے کے اور کے خیالات پاکیزہ ہوں اور وہ برحق خدا ہے واحد کے
ایک عبادت گزار ہیں۔

اگست ۱۸۸۷ء میں میں نے عبداللہ کو سے جو میونسپل کونسل یمنی کے ممبر اور ایک
اعلیٰ درجہ کے تقسیم یافتہ بین مراسلت شروع کی۔ یہ مراسلت چابین کی آگاہی کے واسطے
شروع ہوئی اور اس کے ذریعہ سے مجھ کو حاجی عبداللہ عرب سے واقفیت ہوئی جنہوں نے

مارچ ۱۹۵۷ء میں مقام نیلا ملاقات کی اور میرے مکان پر قیام کر کے امرچہ کی اسلامی انجمن کی بابت گفتگو کی۔ اوصون نے قطعی رستے قائم کر لیے کہ انہی اس بڑی جائیداد کا ایک ٹکٹ اس کام میں صرف کرینگے اور یہ بھروسہ کیا کہ دوسرے لوگ جی آکر آزادی سے اس میں شامل ہونگے۔ حاجی صاحب کو اس میں دھوکھا نہیں ہوا، کیونکہ دسمبر میں ہفتم مہینے کی ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس میں بدرالدین عبدالباقی سکریٹری بن گئے اور یہ تجویز ہوئی کہ مذہب اسلام کی اشاعت کی جائے اور اس کام کے واسطے ضروری اخراجات مہیا کئے جائیں۔ مندرجہ ذیل اصحاب اس کمیٹی کے ممبر ہیں۔

پریسڈنٹ { سیٹھ حاجی جان محمد یوسف اسکواریر۔ جے۔ پی۔

وائس پریسڈنٹ { خان بہادر قاضی شہاب الدین سی۔ آئی۔ اے۔ انریبل سٹرنٹل بھائی

اور حاجی یوسف محمد سلیمان۔

ٹرسٹی { سیٹھ حاجی جان محمد یوسف۔ انریبل سٹرنٹل بھائی و سہم۔ حاجی یوسف محمد سلیمان۔ حاجی ہاشم بن عبداللہ صاحب نورانی۔ و حاجی ہاشم

نورانی۔

سکریٹری { بدرالدین عبداللہ گڑ۔ مہر علی و ہرم سائی۔

ممبر { موسیٰ طاہر یاٹو پان۔ حاجی عبدالرحمن قادریانی۔ حاجی سلیمان الیک

حاجی آدم صدیقی۔ ڈاٹہ بجالی۔ موسیٰ بجالی سلیمان عبدالواحد۔ حاجی حسرت
 حاجی داؤد۔ حاجی عمر جمال۔ موسیٰ عبدالقادر۔ حاجی نور محمد ابو خالہ۔
 احمد بجالی جنیب بجالی۔ کریم بجالی ابراہیم۔ حاجی عبداللہ عرب۔ حاجی یوسف
 حاجی عبدالستار۔

ہندوستان و برہما کے بڑے شہروں میں آتھ کیتیان سفر کی گئی ہیں۔ اور مصر
 ترکی عرب کے واسطے انتظام درپیش ہے۔ یہ واقعات و حالات ناظرین کے ملاحظہ میں آئے
 پیش کئے گئے ہیں کہ امریکہ کی اسلامی انجمن سرچہ الزوال نہیں ہے اور یہ کام اس طرح
 نہیں شروع کیا گیا ہے کہ ایک یا دو سال کے اخیر تک کا اندم ہو جائے بلکہ اسکی بنیاد
 بہت مستحکم ہے اور اسکے مددگار صرف پر جوش آدمی نہیں ہیں جو صرف اپنے عقیدہ میں
 اسلام کو مذہب حق سمجھتے ہیں بلکہ خواستگار ہیں اور اس قابل ہیں کہ اپنی دولت
 کو آزادی سے اس غرض کے ساتھ صرف کریں کہ حقانی نور اصف کرہ مغربی میں جلوہ
 افروز ہو جائے اور کام مقصد تکلیف دہ نہیں بلکہ تخریب و دہ کے ان لوگوں کے واسطے
 برادرانہ محبت کا دامن ہاتھ دسم کیا جائے جو اسے گرفت کرنا چاہتے ہیں اور جو
 لوگ عمل کی سچے عرب کے الہامی پیغمبر کے تعلیم کردہ اصول کو سمجھیں گے۔

تقریر خطی کا ایک ندرت نگار صاحب طبع صاحب خیار مولوی صاحب مدرسہ
عبدالحکیم صاحب حکیم باقر صاحب پیکر نویس لکھنؤ صاحب قیام گنج ضلع خیر آباد

یہ رسالہ "اسلام" نام کے پانچ سو پینے دو حقیقت احمد اسماعیلی جو کہ خود بخود ہی برحق کی فیضی تائید کا منہ چوسے ہوا
مستغری کی کمال برادر و بی مشرک لکھنؤ صاحب نے ایک عربی کی تحقیقات کے بعد شرف بہ اسلام ہو کر اپنے مولوں
کی رہنمائی کے واسطے انگریزی میں لکھا شائع کیا۔ نقشب نفس ایجاد سے ان کو وہ فصاحت و بلاغت عطا فرمائی
ہے کہ اس مجموعہ ہینے بہار کا ہر ایک طالب علم شیدا ہو۔ طرز تحریر و دو ڈھنگ لایا کو یا فقرہ فقرہ سنا کر
میں ڈھال دے۔ مستند و معروف نے جو دت طبع اتحاد سے جو گوشت پر باغ مضامین حقہ حروف و دوا کر کتاب کے
ذریعہ سے دیکھتے ہیں ان کی باطلت تحقیقات اور سچی تلاش حق کی کامل پلین ہیں۔ مینو اس کتاب کو
بالاستیاب بکھا دے حق میں شریو بیجا ہے نہایت محروم و محظوظ یہ اختیار کیا کہ اور نہایت نہایت سے
ایک سال کے بعد دین میں کو بارہ میں لکھنے اس طرح کی تو کہ فلسفیانہ اپنے نگہ میں گو یہ ستر کتاب مختصر کے
ساتھ کیا ہو تاہم دعائیت خدا۔ رسالت مصطفیٰ۔ قوم صلوة۔ حج۔ زکوٰۃ۔ تہجد۔ اہل و انوار کی نسبت وہ
دنیاں شکر جو اپنے زمین کے فغان میں حق کو دل ہی جاتی ہو گئے۔ یہ مختصر تحریر ایک غیر مستطاب حق گیر و مفصل کتاب ہے
جو کہ یہ کتاب تحریری زبان میں بھی جس سے پیشہ اولی اسلام ہند کو پورے طور سے لطف مستر کے حصول میں ناکامی آئی ہے
ہماری ذہنی علم و جوان ہمدرد قسم منشی سید محمد رفیع صاحب کے ہیکل پر ایسے پورے و باحوارہ از زمین ترجمہ فرما کر وہ کو شکر ادا
کیا۔ سبحان اللہ کیا زبان و بیان ہے۔ ہر ایک فقرہ پر جان دل فرمان ہے۔ شہاداتی میں ہر مہم جس کو سنا لیب دہان کہیں
ترجمہ میں نہایت کوشش سے اس کتاب کے اتباع کی پوری پابندی کر لے جو اوقات پاکیزہ اور انفاظ پسندیدہ کو جسے خوب
دکھا ہو۔ غرض انکی کوشش میری زبان کی حلاج نہیں ہو نہ اب میں اپنی تحریر کو قطعہ تاریخ ذیل چشم کرنا پانا قطعہ

چشم گئی وہ کتاب باوقیر	جسے شائق حق و امیر غریب	صاف اردو زبان ایسی ہے	موجہ تیرے جس سے چشم ادیب
مرد مشرک و کفر کھولے کو	ہو یہ اک نسخہ طبیب لبیب	فکر نائین جبت می محسوس	عقل کی کراہی حکیم ادیب
	لکھنؤ تاریخ پیر حق صلی	بزم سفیر ہی۔ عجیب غریب	



داعی سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع مطبعہ اسلام آباد اخبار نیر غلام
مراد آباد کی چھپی ہوئی ہو مگر مالک مطبع کی ثبت کی گئی۔

رمیشتان امرکتا

ذیل کی نادر الوقت کتابیں ہیں ابن اثیر اخبار میر حکیم مراد آبادی مسکو

[illegible]

تفصیل الاحزاب فی سرفہ الاول و الاحزاب علیہا کذا البکر کفنائن اسراف مشرہ مشرہ کے مجاہد۔ انوار سراج
کے مصنفان تمام اربعین بیت کے مستورہ ضحاک۔ خزانہ حنین کے برگزیدہ ضحاک۔ حج قویہ ہے کہ دریا کو کوثر دین
مکہ کو کہ ایک کام عربی دس سلاسل اور دوسری کہ کوثر اور ازبک صغیر صغیر۔ اس نام کی ایک کہ ایک کھلی ٹرے ٹرے
مختار علی عین کیا کر ہی ہیں منت یاد جو دہم بیت قبل مٹی ہے۔

سعادۃ الکائنات فی ضلالت الخنین: آج کل اس تذکرہ سرائے الکس کے متعلق رفقہ و شریعتہ رکنا جن میں
 وہ ایک دوسرے کے سبب متعلق واقعات سے عالی ہیں نظریہ ابن تذکرہ الخائین کے متعلق مفصل کتاب سعادۃ الکائنات
 فی ضلالت الخنین ہے جس کی ہر دو اب مستند حدیثوں اور ان کی حدیث کتابوں سے لگی ہے۔ زبان کی سادگی اور عبارات
 کی فصاحت ہر زبان میں آسانی کی کتاب کو دلچسپ کرنا سے کہیں تحقیق بغیر ذرا عام بہت کم صرف علماء

حکایات حیات - یہ ایک ضخیم مجموعہ کنز اذکار کا سلسلہ ان پڑھیوں میں جس کا مقصد یہ ہے کہ کتابت کیا ہیں گویا
 سب کا جان سمنیوں کی بیان مسلمانوں کے ایمان کے لیے ایک خزانہ ہے اس میں حضرت خورشید نقشبین صاحبی جانی
 حضرت مرزا محمد باقی صاحب شریف، قاضی شاد الد صاحب بانی قیام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ
 علیہ کے کتب مکتوبات پر ہیں بلکہ علاوہ اعلیٰ میں کتب کلمات کے مختلف حالات اور تفصیل اور دروس صابا اور حکمت قدسہ وغیرہ کا

و در ذریعہ یاد او ازین سرچشمہ اسرار الباقی فی سلسلۃ البقیہ شیخ شهاب الدین بہروردی حجتہ و علیہ السلام کانم کان یا وقت (عہد)

سید الاسلام میرزا محمد دیرجوین بخاری ہوا تھا جسکے خلفین میں مبرور جوین جسکے مخالف کی قبول نہ تھیست علامہ

مولانا مولوی محمد حسن کی قلمبند ہے۔

حضرت خواجہ حسین البریلوی صہبیؒ فرماتا ہے کہ میں نے حضرت کے فکر و خلاقانہ اور ادب و وظائف و عہدہ سب کچھ میں اور وطن پر کی حضرت کو صوفی شے تمام مشن میں مدینہ کی سوانح میں ان بھی مختصر طور پر جاشیہ پر بیان کیا ہے اور اخیر میں حضرت کی شہادت میں بنات عمہ نظریہ قیامت صرف ہے۔

فہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس وقت میں پیدا ہوئے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ یہ سلسلہ نوح و ابراہیم علیہ السلام کی دوسری جلد ہے۔ یہ مسلمان کے رگڑے ہیں خیریت اور حقیقت
رات و شام کا وقت اور اس کے لئے اس سلسلہ کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ یہ مسلمان کے رگڑے ہیں خیریت اور حقیقت
۶۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اس وقت میں پیدا ہوئے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ یہ سلسلہ نوح و ابراہیم علیہ السلام کی دوسری جلد ہے۔ یہ مسلمان کے رگڑے ہیں خیریت اور حقیقت

۴۷۔ المشفق ایس ابن علی میرا اخبار نیر اعظم مراد آباد

